بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بکھرے موتی (جلد ششم)

(۱) دعاء کی قبولیت کا مجرب نسخہ

ائمہ حدیث اور علماء سیر نے اپنی اپنی تصانیف میں اسماء بدریین کے ذکر کا خاص اہتمام فرمایا ہے مگر حروف تہجی کے لحاظ سے سب سے پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسماء بدریین کو مرتب فرمایا اور اہل بدریین سے صرف چوالیس (۴۴) نام اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمائے جوان کی شرائط وصحت واستناد کے مطابق تھے۔ علامہ دوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم نے مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ صحیح بخاری میں منقول اسماء بدریین کے ذکر کے وقت دُعا مقبول ہوتی ہے اور بارہا اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

(۲) حضرات بدریین مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

سید المہاجرین، امام البدریین، اشرف الخلائق اجمعین، خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

(۱) ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲) ابوحفص عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳) ابوعبداللہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵) حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶) زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۷) انسہ حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۸) ابوکبشہ فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۹) ابومرثد کناز بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۰) مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی کناز بن حصن کے بیٹے۔
(۱۱) عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۲) طفیل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۳) حصین بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۴) مسطح عوف بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵) ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶) سالم مولا ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷) صبیح مولا ابی العاص امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸) عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۹) عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۰) شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱) عقبہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۲) یزید بن رقیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۳) ابوسنان بن محصن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یعنی عکاشہ بن محصن کے بھائی۔

(۲۴) سنان بن ابی سنان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یعنی ابوسنان بن محصن کے بیٹے اور عکاشہ کے بھتیجے۔

(۲۵) محرز بن نضلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۲۶) ربیعۃ بن اکثم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۲۷) ثقف بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۲۸) مالک بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۲۹) مدلج بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۳۰) سوید بن مخشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۳۱) عتبہ بن غزوان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۳۲) جناب مولیٰ عتبہ بن غزوان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۳۳) زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۳۴) حاطب بن ابی بلتعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۳۵) سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۳۶) مصعب بن عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۳۷) سویبط بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۳۸) عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۳۹) سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۴۰) عمیر بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۴۱) مقداد بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۴۲) عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۴۳) مسعود بن ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۴۴) ذوالشمالین بن عبد عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ
(۴۵) خباب بن الارت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۴۶) بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۴۷) عامر بن فہیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۴۸) صہیب بن سنان رومی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۴۹) طلحۃ بن عبیداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۵۰) ابوسلمۃ بن عبدالاسد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۵۱) شماش بن عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۵۲) ارقم بن ابی الارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۵۳) عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۵۴) معتب بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

(۵۵) زید بن الخطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یعنی حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بھائی۔

(۵۶) مجع مولیٰ عمر بن الخطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ
(۵۷) عمرو بن سراقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۵۸) عبداللہ بن سراقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۵۹) واقد بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۶۰) خولی بن ابی خولی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۶۱) مالک بن ابی خولی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۶۲) عامر بن ربیعۃ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۶۳) عامر بن بکیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۶۴) عاقل بن بکیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۶۵) خالد بن بکیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۶۶) ایاس بن بکیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۶۷) سعید بن یدبن عمرو بن نفیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۶۸) عثمان بن مظعون جمحی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۶۹) سائب بن عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۷۰) قدامہ بن مظعون رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۷۱) عبداللہ بن مظعون رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۷۲) معمر بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۷۳) خنیس بن حذافہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۷۴) ابوسبرۃ بن ابی رہم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۷۵) عبداللہ بن مخرمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۷۶) عبداللہ بن سہیل بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۷۷) عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

(۷۸) سعد بن خولہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۷۹) ابوعبیدہ عامر بن الجراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۸۰) عمرو بن الحارث۔
(۸۱) سہیل بن وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۸۲) صفوان بن وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۸۳) عمرو بن ابی سرح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۸۴) وہب بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۸۵) حاطب بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۸۶) عیاض بن ابی زہیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

(۳) حضرات بدریین انصار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ

(۸۷) سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۸۸) عمرو بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یعنی سعد بن معاذ کے بھائی۔
(۸۹) حارث بن اوس بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یعنی سعد بن معاذ کے بھتیجے۔
(۹۰) حارث بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۹۱) سعد بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۹۲) سلمۃ بن سلامۃ بن وقش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۹۳) عباد بن بشر بن وقش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
(۹۴) سلمۃ بن ثابت بن وقش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۹۵) رافع بن یزید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۹۶) حارث بن خزمۃ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۹۷) محمد بن مسلمۃ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۹۸) سلمہ بن اسلم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۹۹) ابوالہیثم بن التیہان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۰۰) عبید بن التیہان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۰۱) عبداللہ بن سہل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۰۲) قتادۃ بن النعمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۰۳) عبید بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۰۴) نضر بن الحارث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۰۵) معتب بن عبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۰۶) عبداللہ بن طارق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۰۷) مسعود بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۰۸) ابوعبس بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۰۹) ابوبردہ ہانی بن نیار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۱۰) عاصم بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۱۱) معتب بن قشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۱۲) عمرو بن معبد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۱۳) سہل بن حنیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۱۴) مبشر بن عبدالمنذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۱۵) رفاعۃ بن عبدالمنذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۱۶) سعد بن عبید بن النعمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۱۷) عویم بن ساعدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۱۸) رافع بن عنجدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۱۹) عبید بن ابی عبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۲۰) ثعلبہ بن حاطب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۲۱) ابولبابۃ بن عبدالمنذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۲۲) حارث بن حاطب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۲۳) حاطب بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۲۴) عاصم بن عدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۲۵) انیس بن قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۲۶) معن بن عدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
(۱۲۷) ثابت بن اقرم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

(۱۲۸) عبداللہ بن سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۲۹) زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۳۰) ربعی بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۳۱) عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۳۲) عاصم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۳۳) ابوضیاح بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۳۴) ابوحنۃ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی ابوضیاح کے بھائی۔
(۱۳۵) سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۳۶) حارث بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۳۷) خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۸) منذر محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۳۹) ابوعقیل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۴۰) سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۴۱) منذر بن قدامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۴۲) مالک بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۴۳) حارث بن عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۴۴) تمیم مولیٰ سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴۵) جبر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۴۶) مالک بن نمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۴۷) نعمان بن عصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۴۸) خارجۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۴۹) سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵۰) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵۱) خلاد بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵۲) بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵۳) سماک بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵۴) سبیع بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵۵) عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵۶) عبداللہ بن عبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵۷) یزید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵۸) خبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۵۹) عبداللہ بن زید بن ثعلبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۶۰) حریث بن زید بن ثعلبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۶۱) سفیان بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۶۲) تمیم بن یعار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۶۳) عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۶۴) زید بن المزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۶۵) عبداللہ بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۶۶) عبداللہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۶۷) عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶۸) اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۶۹) زید بن ودیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷۰) عقبۃ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷۱) رفاعۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷۲) عامر بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷۳) معبد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷۴) عامر بن البکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷۵) نوفل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷۶) عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷۷) اوس بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۸) نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷۹) ثابت بن ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۸۰) مالک بن دخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۸۱) ربیع بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۸۲) ورقۃ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۸۳) عمرو بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۸۴) مجذر بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۵) عباد بن خشخاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۶) نحاب بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۷) عبداللہ بن ثعلبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۸) عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۹) ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۰) منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۱) ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۲) مالک بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۳) عبدربہ بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۴) کعب بن جماز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۵) ضمرۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۶) زیاد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۷) بسبس بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۸) عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۹) قراش بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۰) حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۱) عمیر بن الحمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۲) تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۳) عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۴) معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۵) معوذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۶) خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۷) عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۸) حبیب بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۹) ثابت بن ثعلبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱۰) عمیر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱۱) بشر بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱۲) طفیل بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱۳) طفیل بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱۴) سنان بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱۵) عبداللہ بن جذ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۱۶) عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱۷) جبار بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱۸) خارجہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱۹) عبداللہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۲۰) یزید المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۲۱) معقل بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۲۲) عبداللہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۲۳) ضحاک بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۲۴) سعاد بن زریق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۲۵) معبد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۲۶) عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۲۷) عبداللہ بن مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۲۸) جابر بن عبداللہ بن ریاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۲۹) خلید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۳۰) نعمان بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۳۱) ابوالمنذر یزید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۳۲) سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۳۳) قطبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۳۴) عنترہ مولیٰ سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۳۵) عبس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۳۶) ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۳۷) ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۳۸) سہل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۳۹) عمرو بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۴۰) معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۴۱) قیس بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۴۲) حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۴۳) جبیر بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۴۴) سعد بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۴۵) عقبہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۴۶) ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۴۷) مسعود بن خلدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۴۸) عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۴۹) اسعد بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۵۰) فاکہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۵۱) معاذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۵۲) عائذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۵۳) مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۵۴) رفاعۃ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۵۵) خلاد بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۵۶) عبید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۵۷) زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۵۸) فروۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۵۹) خالد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۶۰) جبلۃ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۶۱) عطیہ بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۶۲) خلیفۃ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۶۳) عمارۃ خرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۶۴) سراقۃ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۶۵) حارثہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۶۶) سلیم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۶۷) سہیل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۶۸) عدی بن زغبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۶۹) مسعود بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۷۰) ابوخزیمہ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۷۱) رافع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۷۲) عوف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۷۳) معوذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۷۴) معاذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۷۵) نعمان بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۷۶) عامر بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۷۷) عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۷۸) عصیمہ اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۷۹) ودیقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۸۰) ابوالحمراء مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۸۱) ثعلبۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۸۲) سہیل بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۸۳) حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۸۴) اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۸۵) انس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۸۶) اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۸۷) ابوشیخ ابی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی۔

(۲۸۸) ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۸۹) حارثۃ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۹۰) عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۹۱) سلیط بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۹۲) ابوسلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۹۳) ثابت بن خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۹۴) عامر بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۹۵) محرز بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۹۶) سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۹۷) ابوزید قیس بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۹۸) ابوالاعور بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۹۹) سلیم بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۰۰) حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۰۱) قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۰۲) عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۰۳) عصیمہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۰۴) ابوداود عمیر بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۰۵) سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۰۶) قیس بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۰۷) نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۰۸) ضحاک بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۰۹) سلیم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۱۰) جابر بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۱۱) سعد بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۱۲) کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۱۳) بجیر بن ابی بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۱۴) عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۱۵) ملیل بن دبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۱۶) عصمۃ بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۱۷) بلال بن المعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(سیرۃ المصطفیٰ، جلد دوم صفحہ ۱۳۶ تا ۱۴۵)

④ اللہ کے راستے میں نکلئے، سورج غروب ہوتے ہی آپ کے گناہ معاف

"روی عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَا رَاحَ مُسْلِمٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مُجَاھِدًا أَوْ حَاجًّا مُھِلًّا أَوْ مُلَبِّیًا اِلَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ بِذُنُوْبِہٖ"

(الترغیب والترھیب: جلد۲ صفحہ ۲۶۹)

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان بھی اللہ کے راستہ میں شام کرتا ہے اس حال میں کہ وہ جہاد کر رہا ہو یا حج کرتے ہوئے تہلیل (لا الہ الا اللہ) پڑھ رہا ہو یا تلبیہ (لبیک اللھم لبیک ...... الخ) پڑھ رہا ہو تو سورج اس مسلمان کے گناہوں کو لے کر ڈوبتا ہے۔

⑤ نمازی کی نماز کا اثر سارے جہاں پر پڑتا ہے

جس طرح بچے کے رونے کا اثر پورے گھر کے ماحول پر پڑتا ہے۔ اسی طرح نمازی کی نماز کا اثر سارے جہاں پر پڑتا ہے۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں نمازِ استسقاء پڑھنا، سورج گرہن کے وقت نمازِ کسوف پڑھنا اور چاند گرہن کے وقت نماز خسوف پڑھنا اس کی واضح دلیل ہے۔

انسانی زندگی کے مختلف مراحل کو اوقاتِ نماز کے ساتھ خصوصی مناسبت ہے۔ مثلاً:

- نمازِ فجر کو بچپن کے ساتھ مناسبت ہے۔ (دن کی ابتداء ہوتی ہے)
- نمازِ ظہر کو جوانی کے ساتھ مناسبت ہے۔ (سورج اپنے عروج پر ہوتا ہے)
- نمازِ عصر کو بڑھاپے کے ساتھ مناسبت ہے۔ (دن ڈھل جاتا ہے)
- نمازِ مغرب کو موت کے ساتھ مناسبت ہے۔ (زندگی کا سورج ڈوب جاتا ہے)
- نمازِ عشاء کو عدم کے ساتھ مناسبت ہے۔ (انسان کا دنیا سے نام ونشان مٹ جاتا ہے)

اس لئے نمازِ عشاء کو ثلث لیل تک پڑھنا مستحب ہے، چوں کہ روشنی کا نام ونشان مٹ جاتا ہے، اور رات کے بعد پھر

دن ہوتا ہے اسی لئے قیامت کے دن کا تذکرہ ہے۔ یوم الدین اور یوم القیامۃ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ لیل القیامۃ نہیں کہا گیا۔ (نماز کے اسرار ورموز: صفحہ ۸۳)

⑥ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر فرشتے بات کرتے تھے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض کیا، اس نے مجھ سے بغض کیا اور جس نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور عرفات کی شام کو اللہ نے مسلمانوں پر عام طور سے فخر کیا لیکن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خاص طور سے فخر کیا اور اللہ نے جو نبی بھی بھیجا اس کی امت میں ایک مُحَدِّث ضرور پیدا کیا اور اگر میری امت میں کوئی مُحَدِّث ہوگا تو وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! مُحَدِّث کون ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی زبان پر فرشتے بات کرتے ہیں۔

(حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۶۱۰)

⑦ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شاندار مناجات سکھائی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں مسجد میں جاؤں گا اور اللہ کی ایسی تعریف کروں گا کہ ویسی تعریف کسی نے نہیں کی ہوگی۔ چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے لئے بیٹھے تو انہوں نے اچانک اپنے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اور ساری بادشاہت تیری ہے اور ساری خیریں تیرے ہاتھ میں ہیں اور سارے چھپے اور پوشیدہ اُمور تیری طرف ہی لوٹتے ہیں، ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں تو ہر چیز پر قادر ہے، میرے پچھلے سارے گناہ معاف فرما اور آئندہ زندگی میں ہر گناہ اور ہر ناگواری سے میری حفاظت فرما اور ان پاکیزہ اعمال کی مجھے توفیق عطا فرما جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے، اور میری توبہ قبول فرما۔ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳، صفحہ ۶۱۰)

⑧ مؤمن کی موت پر فرشتے کی نرمی

حضرت سلمہ بن عطیہ اسدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آدمی کی عیادت کے لئے گئے۔ وہ نزع کی حالت میں تھا تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے فرشتو! ان کے ساتھ نرمی کرو۔ اس بیمار آدمی نے کہا وہ فرشتہ کہہ رہا ہے میں ہر مؤمن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔ (حیاۃ صحابہ، جلد ۳، صفحہ ۶۰۹)

⑨ "یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" کہہ کر دعا مانگئے، ظالم کے ظلم سے نجات ملے گی

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا واقعہ اس طرح سنایا کہ میں نے طائف میں ایک آدمی سے کرایہ پر خچر لیا، کرایہ پر دینے والے نے یہ شرط لگائی کہ وہ راستہ میں

جس منزل پر چاہے گا مجھے ٹھہرائے گا۔ چنانچہ وہ مجھے ایک ویرانے کی طرف لے کر چل پڑا اور وہاں پہنچ کر اس نے کہا، یہاں اُتر جاؤ۔ میں وہاں اُتر گیا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ وہاں قتل ہوئے پڑے تھے۔ جب وہ مجھے قتل کرنے لگا تو میں نے کہا مجھے ذرا دو رکعت نماز پڑھنے دو، اس نے کہا پڑھ لو، تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی نماز پڑھی تھی لیکن نماز سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا تھا۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا تو میں نے کہا "یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" تو اس نے ایک آواز سنی کہ اسے قتل نہ کرو، وہ ایک دم ڈر گیا اور اس آواز والے کو تلاش کرنے گیا تو اسے کوئی نہ ملا، وہ واپس آیا تو میں نے اونچی آواز سے کہا "یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" اس طرح تین مرتبہ ہوا پھر اچانک گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا، اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک نیزہ تھا اس نیزے کے سرے سے آگ کا شعلہ نکل رہا تھا۔ اس سوار نے اس کو اس زور سے نیزہ مارا کہ پار ہو کر کمر کی طرف نکل آیا اور وہ مر کر زمین پر گر گیا۔ پھر مجھ سے کہا جب تم نے پہلی مرتبہ "یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" کہہ کر پکارا تھا تو میں اس وقت ساتویں آسمان پر تھا، جب تم نے دوبارہ پکارا تھا تو میں آسمانِ دنیا پر تھا، جب تم نے تیسری مرتبہ پکارا تو میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ۶۰۶)

⑩ دشمن پر غالب ہونے کا نبوی نسخہ

حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھے۔ دشمن سے مقابلہ ہوا، میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: "یَا مَالِكَ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" "اے روزِ جزا کے مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" میں نے دیکھا کہ دشمن کے آدمی گرتے چلے جا رہے ہیں اور فرشتے انہیں آگے سے پیچھے سے مار رہے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳ صفحہ۶۰۲)

⑪ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں

حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔

1. ایک تو وہ جسے بھلائی میں سے بہت حصہ ملا لیکن اس کے اخلاق اچھے نہیں۔
2. وہ جس کے اخلاق تو اچھے ہیں لیکن بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔
3. وہ جس کے نہ اخلاق اچھے ہوں اور نہ بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ ہے۔ (یہ تمام لوگوں میں سب سے برا ہے)
4. چوتھا وہ جس کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں اس کا حصہ بھی خوب ہے، یہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ۵۹۰)

⑫ اے گناہ کرنے والے، گناہ کے برے انجام سے مطمئن نہ ہو جانا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، اے گناہ کرنے والے، گناہ کے برے انجام سے مطمئن نہ ہو جانا، گناہ کرنے کے بعد بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں۔ گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئی، تم نے جو گناہ کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تمہارے ساتھ کیا

کریں گے اور پھر تم ہنستے ہو تمہارا یہ ہنسنا گناہ سے بھی بڑا ہے اور جب تمہیں گناہ کرنے میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور تم اس گناہ پر خوش ہوتے ہو تو تمہاری یہ خوشی اس گناہ سے بھی بڑی ہے اور جب تم گناہ نہ کر سکو اور اس پر تم غمگین ہو جاؤ تو تمہارا یہ غمگین ہونا اس گناہ کے کر لینے سے زیادہ بڑا ہے۔ گناہ کرتے ہوئے ہوا کے چلنے سے تمہارے دروازہ کا پردہ ہل جائے، اس سے تم ڈرتے ہو اور اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے تمہارا دل پریشان نہیں ہوتا تو یہ کیفیت اس گناہ کے کر لینے سے بڑا گناہ ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳ صفحہ ۵۸۸)

⑬ دشمن سے کنارہ کش رہو اور دوست کے ساتھ چوکنا ہو کر چلو

ایک آدمی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا، اے ابوالمنذر! آپ مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ فرمایا: لایعنی والے کام میں ہرگز نہ لگو اور دشمن سے کنارہ کش رہو۔ اور دوست کے ساتھ چوکنے ہو کر چلو (دوستی میں تم سے غلط کام نہ کروالے) زندہ آدمی کی انہیں باتوں پر رشک کرو جن باتوں پر مر جانے والے پر رشک کرتے ہو یعنی نیک اعمال اور اچھی صفات پر اور اپنی حاجت اس آدمی سے نہ طلب کرو جسے تمہاری حاجت پوری کرنے کی پرواہ نہیں ہے۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ ۵۸۷)

⑭ مؤمن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، مؤمن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور اگر بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو انصاف والا فیصلہ کرتا ہے اور ایسے مؤمن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۵)

مؤمن پانچ قسم کے نوروں میں چلتا پھرتا ہے اس کا کلام نور ہے اور اس کا علم نور ہے، مؤمن اندر جاتا ہے تو نور میں اور باہر آتا ہے تو نور سے اور قیامت کے دن یہ نور کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ اور کافر پانچ قسم کی ظلمتوں (اندھیروں) میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کا کلام ظلمت ہے، اس کا عمل ظلمت ہے، کافر اندر جاتا ہے تو ظلمت میں اور باہر آتا ہے تو ظلمت سے اور قیامت کے دن یہ بے شمار ظلمتوں کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ ۵۸۶)

⑮ فتنہ تین آدمیوں کے ذریعہ سے آتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، فتنہ تین آدمیوں کے ذریعہ سے آتا ہے۔ ایک تو اس ماہر اور طاقتور عالم کے ملحد ہو جانے کے ذریعہ سے جو اٹھنے والی ہر چیز کا تلوار کے ذریعہ سے قلع قمع کر دیتا ہے، دوسرے اس بیان والے کے ذریعہ سے جو فتنہ کی دعوت دیتا ہے۔ تیسرے سردار اور حاکم کے ذریعہ سے۔ عالم اور بیان کرنے والے کو تو فتنہ منہ کے بل گرا دیتا ہے البتہ سردار کو فتنہ خوب کریدتا ہے اور پھر جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اس سب کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد۳ صفحہ ۵۸۵)

⑯ فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، فتنوں سے بچ کر رہو اور کوئی آدمی خود اٹھ کر فتنے کی طرف نہ جائے کیونکہ اللہ

کی قسم! جو بھی از خود اٹھ کر فتنوں کی طرف جائے گا اسے فتنے ایسے بہا کر لے جائیں گے جیسے سیلاب کوڑے کے ڈھیر کو بہا کر لے جاتا ہے۔ فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے یہاں تک کہ جاہل کہتا ہے کہ یہ تو حق جیسا ہے (اس وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں) لیکن جب جاتا ہے تو اس وقت صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تو فتنہ تھا۔ لہٰذا جب تم فتنہ کو دیکھو تو اس سے بچ کر رہو اور گھروں میں بیٹھ جاؤ اور تلواریں توڑ ڈالو اور کمان کی تانت کے ٹکڑے کر دو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳ صفحہ ۵۸۵)

⑰ دل چار قسم کے ہوتے ہیں

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، دل چار قسم کے ہوتے ہیں:

❶ ایک وہ دل جس پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ تو کافر کا دل ہے۔

❷ دوسرا دو منہ والا دل یہ منافق کا دل ہے۔

❸ تیسرا وہ صاف ستھرا دل جس میں چراغ روشن ہے یہ مؤمن کا دل ہے۔

❹ چوتھا وہ دل جس میں نفاق بھی ہے اور ایمان بھی۔ ایمان کی مثال درخت جیسی ہے جو عمدہ پانی سے بڑھتا ہے اور نفاق کی مثال پھوڑے جیسی ہے جو پیپ اور خون سے بڑھتا ہے۔ ایمان اور نفاق میں سے جس کی صفات غالب آ جائیں گی وہی غالب آ جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۴)

⑱ حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا درد بھرا خط ـــــ حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نام

حضرت معمر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خط میں لکھا کہ اے میرے بھائی! اپنی صحت اور فراغت کو اس بلاء کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو جس کو تمام بندے مل کر نہیں ٹال سکتے (اس بلا سے مراد موت ہے) اور مصیبت زدہ کی دعا کو غنیمت سمجھو۔ اور اے میرے بھائی! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہئے، یعنی مسجد میں زیادہ وقت اعمال میں گزرے کیونکہ میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور مسجد جن لوگوں کا گھر ہوگی ان کے لئے اللہ نے یہ ذمہ داری لے رکھی ہے کہ انہیں خوشی اور راحت نصیب ہوگی اور وہ پل صراط کو پار کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کریں گے اور اے میرے بھائی! یتیم پر رحم کرو اسے اپنے قریب کرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ کیونکہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے۔ اس نے کہا، جی ہاں۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، یتیم کو اپنے سے قریب کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ، اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ہر ضرورت پوری ہوگی۔ اے میرے بھائی! اتنا جمع نہ کرو جس کا تم شکر ادا نہ کر سکو کیونکہ میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ دنیا والا انسان جس نے اس دنیا کے خرچ کرنے میں اللہ کی اطاعت کی تھی اسے قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ وہ آگے آگے ہوگا اور اس کا مال پیچھے ہوگا، وہ جب بھی پُل صراط پر لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اس سے کہے گا کہ تم بے فکر ہو کر چلتے رہو (تم جہنم میں نہیں گر سکتے کیونکہ) مال کا جو حق تمہارے ذمہ تھا وہ تم نے ادا کیا تھا۔ پھر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، جس آدمی نے اس دنیا کے بارے میں اللہ کی اطاعت نہیں کی تھی اسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا مال اس کے کندھوں کے درمیان ہوگا اور اس کا مال اسے ٹھوکر مار کر کہے گا، تیرا

ناس ہوتو نے میرے بارے میں اللہ کے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا؟ یہ مال اس کے ساتھ بار بار ایسا ہی کرتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ ہلاکت کو پکارنے لگے گا اور اے میرے بھائی! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم نے ایک خادم خریدا ہے حالانکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ کا اللہ سے اور اللہ کا بندے سے تعلق اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ اس کی خدمت نہ کی جائے اپنے کام وہ خود کرے اور جب اس کی خدمت ہونے لگتی ہے تو اس پر حساب واجب ہو جاتا ہے۔ ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے ایک خادم مانگا تھا اور میں ان دنوں مالدار بھی تھا لیکن میں نے چونکہ حساب والی حدیث سن رکھی تھی اس وجہ سے مجھے خادم خریدنا پسند نہ آیا اور اے میرے بھائی! میرے لئے اور تمہارے لئے کون اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ ہم قیامت کے دن ایک دوسرے سے مل سکیں گے اور ہمیں حساب کا کوئی ڈر نہ ہوگا؟ اور اے میرے بھائی! حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی وجہ سے دھوکے میں مت آ جانا کیونکہ ہم نے حضور ﷺ کے بعد بہت لمبا عرصہ گزار لیا ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کے بعد کیا کیا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۰)

(۱۹) اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تین کام ایسے ہیں جن کو کرنے سے ابن آدم کے سارے کام قابو میں آ جائیں گے۔ (۱) تم اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو (۲) اپنی بیماری کسی کو مت بتاؤ اور اپنی زبان سے اپنی خوبیاں بیان نہ کرو (۳) اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ مت سمجھو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۰)

(۲۰) زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو، اللہ کی رحمت کے جھونکوں کے سامنے خود کو لاتے رہو، کیونکہ اللہ کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں، جنہیں اللہ اپنے جن بندوں پر چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں اور اللہ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالے اور تمہاری خوف کی جگہوں کو امن والا بنائے (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۹)

(۲۱) جنازہ ایک زبردست اور مؤثر نصیحت ہے

حضرت شرحبیل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے، تم صبح کو جا رہے ہو، شام کو ہم بھی تمہارے پاس آ جائیں گے، یا تم شام کو جا رہے ہو صبح کو ہم بھی آ جائیں گے۔ جنازہ ایک زبردست اور مؤثر نصیحت ہے لیکن لوگ کتنی جلدی غافل ہو جاتے ہیں، نصیحت حاصل کرنے کے لئے موت کافی ہے ایک ایک کر کے لوگ جا رہے ہیں اور آخر میں ایسے لوگ رہتے جا رہے ہیں جنہیں کچھ سمجھ نہیں ہے۔ (جنازہ دیکھ کر پھر اپنے دنیوی کاموں میں لگے رہتے ہیں)۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۸)

(۲۲) وہ قوم جس کے گھر قبر میں بدل گئے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے، اے دمشق والو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ اتنا مال جمع کر رہے ہو، جسے تم کھا نہیں سکتے اور اتنے گھر بنا رہے ہو جن میں تم رہ نہیں سکتے اور اتنی بڑی امیدیں لگا رہے ہو جن تک تم پہنچ نہیں سکتے اور تم

سے پہلے کی قومیں مال جمع کر کے محفوظ کر لیتی تھیں اور انہوں نے بڑی لمبی امیدیں لگا رکھی تھیں اور بڑی مضبوط عمارتیں بنائی تھیں لیکن اب وہ سب ہلاک ہو چکی ہیں اور ان کی امیدیں دھوکہ ثابت ہوئیں اور ان کے گھر قبر بن چکے ہیں، یہ "قومِ عاد" ہے جن کے مال اور اولاد سے عدن سے عمان تک کا سارا علاقہ بھرا ہوا تھا لیکن اب مجھ سے "عاد" کا سارا ترکہ دو درہم میں خریدنے کے لئے کون تیار ہے؟ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳ صفحہ ۵۷۷)

(۲۳) جو لوگوں کے عیب تلاش کرے گا اس کا غم لمبا ہوگا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تم لوگوں کو ان چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جن کے وہ (اللہ کی طرف سے) مکلف نہیں ہیں، لوگوں کا رب تو ان کا محاسبہ نہ کرے اور تم ان کا محاسبہ کرو، یہ ٹھیک نہیں۔ اے ابن آدم! تو اپنی فکر کر کیونکہ جو لوگوں میں نظر آنے والے عیوب تلاش کرے گا، اس کا غم لمبا ہوگا اور اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو سکے گا (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۶)

(۲۴) زمین کسی کو پاک نہیں بناتی، انسان تو اپنے عمل سے پاک اور مقدس بنتا ہے

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دمشق میں رہتے تھے انہوں نے) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط میں لکھا کہ آپ (دمشق کی) پاک سرزمین میں تشریف لے آئیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا کہ زمین کسی کو پاک نہیں بناتی انسان تو اپنے عمل سے پاک اور مقدس بنتا ہے اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کو وہاں طبیب (یعنی قاضی) بنا دیا گیا ہے اگر آپ کے ذریعہ سے بیماروں کو صحت مل رہی ہے یعنی آپ عدل وانصاف والے فیصلے کر رہے ہیں تو پھر تو بہت اچھی بات ہے، شاباش ہو آپ کو اور اگر آپ کو طب نہیں آتی اور زبردستی حکیم وطبیب بنے ہوئے ہیں تو پھر آپ کسی انسان کو (غلط فیصلہ کر کے) مار ڈالنے سے بچیں ورنہ آپ کو جہنم میں جانا ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے اور وہ دونوں پشت، پھیر کر جانے لگتے تو انہیں دیکھ کر فرماتے، میں تو اللہ کی قسم! اناڑی حکیم ہوں تم دونوں میرے پاس واپس آ کر اپنا سارا واقعہ دوبارہ سناؤ (یعنی بار بار تحقیق کر کے فیصلہ کرتے)۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۵)

(۲۵) تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے

حضرت جعفر بن برقان رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے۔ ایک تو اس آدمی پر ہنسی آتی ہے جو دنیا کی امیدیں لگا رہا ہے حالانکہ موت اسے تلاش کر رہی ہے۔ دوسرے اس آدمی پر جو غفلت میں پڑا ہوا ہے اور اس سے غفلت نہیں برتی جا رہی ہے۔ یعنی فرشتے اس کا ہر برا عمل لکھ رہے ہیں اور اسے ہر عمل کا بدلہ ملے گا۔ تیسرے منہ بھر کر ہنسنے والے پر جسے معلوم نہیں ہے کہ اس نے اپنے رب کو خوش کر رکھا ہے یا ناراض۔ اور مجھے تین چیزوں سے رونا آتا ہے۔ پہلی چیز محبوب دوستوں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کی جدائی، دوسری موت کی سختی کے وقت آخرت کے نظر آنے والے مناظر کی ہولناکی۔ تیسری اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا جبکہ مجھے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں جہنم میں جاؤں گا یا جنت میں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳ صفحہ ۵۷۴)

㉖ حق وزنی ہوتا ہے اور باطل ہلکا ہوتا ہے

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، حق (نفس پر) بھاری ہوتا ہے لیکن اس کا انجام اچھا ہوتا ہے اور باطل ہلکا لگتا ہے لیکن اس کا انجام برا ہوتا ہے اور انسان کی بہت سی خواہشیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے نتیجے میں انسان کو بڑے لمبے غم اٹھانے پڑتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کبھی دلوں میں نیک اعمال کا بڑا شوق اور جذبہ ہوتا ہے اور کبھی شوق اور جذبہ بالکل نہیں رہتا تو جب دل میں شوق اور جذبہ ہو تو اسے تم لوگ غنیمت سمجھو اور جب شوق اور جذبہ بالکل نہ ہو تو دل کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳ صفحہ ۵۷۱)

㉗ دنیا کا صاف حصہ چلا گیا اور گدلا حصہ رہ گیا ہے

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، مجھے اس آدمی پر بہت غصہ آتا ہے جو مجھے فارغ نظر آتا ہے نہ آخرت کے کسی عمل میں لگا ہوا ہے اور نہ دنیا کے کسی کام میں۔ حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، مجھے تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ملنا چاہئے جو رات کو مردہ پڑا رہے اور دن کو ''قطرب'' کیڑے کی طرح پھدکتا پھرے یعنی رات بھر تو پڑا سوتا ہے اور دن میں دنیا کے کاموں میں خوب بھاگ دوڑ کرے۔

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا دنیا کا صاف حصہ تو چلا گیا اور گدلا حصہ رہ گیا ہے لہٰذا آج تو موت ہر مسلمان کے لئے تحفہ ہے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ، جلد۱، صفحہ ۱۳۱)

ایک روایت میں یہ ہے کہ دنیا تو پہاڑ کی چوٹی کے تالاب کی طرح ہے جس کا صاف حصہ جا چکا ہے اور گدلا حصہ رہ گیا ہے۔ (اخرجہ ابونعیم، جلد۱ صفحہ ۱۳۲)

㉘ سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، تین کام ایسے ہیں جو نہیں کرے گا وہ اپنے آپ کو بےزاری اور نفرت کے لئے پیش کرے گا یعنی لوگ اس سے بےزار ہو کر نفرت کریں گے، غیر تعجب کی بات پر ہنسنا اور بغیر جاگے رات بھر سونا اور بغیر بھوک کے کھانا۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ، جلد۱ صفحہ ۲۳۷)

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، تنگدستی کی آزمائش سے تم لوگوں کا امتحان لیا گیا۔ اس میں تو تم کامیاب ہو گئے، تم نے صبر سے کام لیا، اب خوش حالی کی آزمائش میں ڈال کر تمہارا امتحان لیا جائے گا اور مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے۔ جب وہ سونے، چاندی کے کنگن پہن لیں گی اور ملک شام کی باریک اور یمن کی پھول دار چادریں پہن لیں گی تو وہ مالدار مرد کو تھکا دیں گی اور فقیر مرد کے ذمہ ایسی چیزیں لگا دیں گی جو اُسے میسر نہیں ہوں گی۔

(اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ، جلد۱، صفحہ ۲۳۷)

㉙ اپنے ذمہ داروں کی خیر خواہی کرو اُن کو دھوکہ نہ دو

حضرت سعید بن ابی سعید مقبری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبر اُردن

میں ہے، جب وہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو وہاں جتنے مسلمان تھے ان سب کو بلا کر فرمایا، میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہوں اگر تم اسے قبول کرو گے تو ہمیشہ خیر پر رہو گے۔ نماز کو قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، صدقہ خیرات دو، حج اور عمرہ کرتے رہو، ایک دوسرے کو وصیت کرو، اپنے امیروں کی خیر خواہی کرو، ان کو دھوکہ نہ دو، اور دنیا تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے، اگر کسی آدمی کو ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو آخر اسے اسی جگہ جانا ہوگا جہاں آج تم مجھے جاتا ہوا دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم پر موت کو لکھ دیا ہے۔ لہٰذا ان سب کو مرنا ہے اور ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور اپنی آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اے معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور پھر حضرت ابوعبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوگیا۔ پھر حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا، اے لوگو! تم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو کیونکہ جو بندہ بھی گناہوں سے توبہ کرے گا اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اس کے سارے گناہ معاف کر دے لیکن اس توبہ سے قرض معاف نہیں ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا کیونکہ بندہ اپنے قرضہ کے بدلے میں گروی رکھ دیا جائے گا، تم میں سے جس نے اپنے بھائی کو چھوڑا ہوا ہے، اسے چاہئے کہ وہ خود جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے، کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ نہ چھوڑے کیوں کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

(اخرجہ ابن عساکر کذافی منتخب الکنز، جلد۵، صفحہ۷۴)

حضرت ابوعبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، مؤمن کے دل کی مثال چڑیا جیسی ہے جو ہر دن نامعلوم کتنی مرتبہ اِدھر اُدھر پلٹتا رہتا ہے (اس لئے آدمی مشورہ کے تابع ہو کر چلے)۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ، جلد۱ صفحہ۱۰۲)

(۳۰) پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعہ سے ختم کرو

حضرت نمران بن مخمر ابوالحسن رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ لشکر میں چلے جا رہے تھے۔ فرمانے لگے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے کپڑوں کو تو خوب اُجلا اور سفید کر رہے ہیں، لیکن اپنے دین کو میلا کر رہے ہیں یعنی دین کا نقصان کر کے دنیا اور ظاہری شان وشوکت حاصل کر رہے ہیں، غور سے سنو! بہت سے لوگ دیکھنے میں تو اپنے نفس کا اکرام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کی بے عزتی کرنے والے ہوتے ہیں، پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعہ سے ختم کرو اگر تم میں سے کوئی اتنے گناہ کرلے جس سے زمین وآسمان کے درمیان کا خلا بھر جائے اور پھر وہ ایک نیکی کرلے تو یہ نیکی ان سب گناہوں پر غالب آجائے گی۔ (عند ابن السمعانی کذافی الکنز، جلد۸ صفحہ۲۳۶)

(۳۱) اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا، اے ابوالحسن! مجھے کچھ نصیحت کرو۔ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا۔ (۱) آپ اپنے یقین کو شک نہ بنائیں (یعنی مثلاً روزی کا ملنا یقینی ہے، اس کی تلاش میں اس طرح اور اتنا نہ لگیں کہ گویا آپ کو اس میں کچھ شک ہے) (۲) اور اپنے علم کو جہالت نہ بنائیں (جو علم پر عمل نہیں کرتا وہ اور جاہل دونوں برابر ہوتے ہیں) (۳) اور اپنے گمان کو حق نہ سمجھیں (یعنی آپ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھیں)۔ اور یہ بات آپ جان لیں کہ آپ کی دنیا تو صرف اتنی ہے کہ جو آپ کو ملی اور آپ نے اسے آگے چلا

دیا یا تقسیم کر کے برباد کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ نے فرمایا، اے ابوالحسن! آپ نے سچ کہا۔

(اخرج ابن عساکر کذا فی الکنز، جلد ۸، صفحہ ۲۲۱)

(۳۲) علمائے کرام اس مضمون کو ضرور پڑھیں

ہمارے اس مضمون میں ایک نہایت ہی اہم دینی ضرورت یہ ہے کہ ہمارے جید الاستعداد علماء کرام چھوٹے چھوٹے بچوں کو انگلش اور ہندی اور مقامی زبان سکھانے کے لئے اسلامی طرز پر ایک کورس تیار کریں، جس میں جانداروں کی تصاویر بالکل نہ ہوں اور غیر اسلامی ناموں کے بجائے اسلامی نام ہوں، اور اسکولوں میں رائج کورس میں جو غیر اسلامی مضامین ہوتے ہیں ان سے بھی وہ کورس پاک وصاف ہو بلکہ اسلامی عقائد اور ہمارے اسلاف کے واقعات و کارناموں سے وہ آراستہ ہو، جس سے بچے زبان دانی کے ساتھ اسلام کے عقائد و آداب سے بھی واقف ہوں بلکہ ہمارے اسلاف کے کارناموں سے بھی آگاہ ہوں۔

چنانچہ کچھ حساس بیدار مغز علماء کرام نے اس دینی ضرورت کو محسوس کر کے اسلامی طرز پر مقامی زبان سکھانے والی ابتدائی و بنیادی کتابیں تالیف کرنا شروع بھی کر دیا ہے اور کچھ حضرات نے ایسی ہی کچھ کتابیں شائع بھی کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مبارک محنتوں کو قبول فرمائے اور تکمیل تک پہنچائے اور ہمارے عوام کو ان کی قدر دانی نصیب فرمائے۔ آمین

اس کام کی بڑی اہمیت اس بنا پر ہے کہ اسکولوں میں رائج کورس کو پڑھ کر ہمارے بچوں کا ذہن غیر اسلامی بنتا ہے، مثلاً حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کو سولی دینے کی تصویر دیکھ کر اور ان کو سولی دینے کا مضمون پڑھ کر بچوں کا ذہن قرآن کے خلاف بنتا ہے، قرآن تو صاف الفاظ میں کہتا ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ (سورۃ النساء، آیت: ۱۵۷) یعنی حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کو ان کے دشمنوں نے قتل نہیں کیا اور نہ سولی دی۔ اسی طرح دوسرے غیر اسلامی مضامین پڑھ کر عقائد خراب ہوتے ہیں، حالانکہ عقائد ہی اصل ایمان ہے۔

(۳۳) عنقریب بچے حاکم بن جائیں گے اور لوگوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے فیصلے کریں گے

حضرت ابوزید مدینی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ کہتے ہیں، حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ نے مدینہ منورہ میں حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ابوہریرہ کو اسلام کی ہدایت دی اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ابوہریرہ کو قرآن سکھایا اور تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے حضرت محمد صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کی صحبت میں رہنے کا موقع عنایت فرما کر ابوہریرہ پر بڑا احسان فرمایا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے خمیری روٹی کھلائی اور اچھا کپڑا پہنایا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے بنتِ غزوان سے میری شادی کرادی۔ حالانکہ پہلے میں پیٹ بھر کھانے کے بدلے اس کے پاس مزدوری پر کام کرتا تھا اور وہ مجھے سواری دیا کرتی تھی اور اب میں اسے سواری دیتا ہوں جیسے وہ دیا کرتی تھیں، پھر فرمایا عربوں کے لئے ہلاکت ہو کہ ایک بہت بڑا شر قریب آگیا ہے اور ان کے لئے ہلاکت ہو کہ عنقریب بچے حاکم

بن جائیں گے اور لوگوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے فیصلے کریں گے اور غصہ میں آ کر لوگوں کو ناحق قتل کریں گے۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۴۵)

(۳۴) دنیا نے اپنے ختم ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جا رہی ہے

حضرت خالد بن عمیر عدوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں، حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے گورنر تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہم لوگوں میں بیان کیا تو پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا اما بعد! دنیا نے اپنے ختم ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جا رہی ہے اور دنیا میں سے بس تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جیسے برتن میں اخیر میں تھوڑا سا رہ جاتا ہے۔ اور آدمی اسے چوس لیتا ہے اور تم یہاں سے منتقل ہو کر ایسے جہان میں چلے جاؤ گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا لہٰذا جو اچھے اعمال تمہارے پاس موجود ہیں ان کو لے کر اگلے جہاں میں جاؤ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو ستر (۷۰) سال تک جہنم میں گرتا رہے گا لیکن پھر بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا، اللہ کی قسم! یہ جہنم بھی ایک دن انسانوں سے بھر جائے گی، کیا تمہیں اس پر تعجب ہو رہا ہے؟ اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے دو پٹو کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ جنتیوں کے ہجوم کی وجہ سے اتنا چوڑا دروازہ بھی بھرا ہوا ہوگا اور میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف سات آدمی تھے اور میں بھی ان میں شامل تھا اور ہمیں کھانے کو صرف درختوں کے پتے ملتے تھے جنہیں مسلسل کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے بھی زخمی ہو گئے تھے اور مجھے ایک گری پڑی چادر ملی تھی، میں نے اس کے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑے کو میں نے لنگی بنا لیا اور ایک کو حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ ایک زمانہ میں تو ہمارے فقر وفاقہ کا یہ حال تھا اور آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا گورنر بنا ہوا ہے اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی نگاہ میں تو بڑا ہوں اور اللہ کے یہاں چھوٹا ہوں۔

(اخرجہ مسلم کذا فی الترغیب، جلد ۵، صفحہ ۱۷۹)

حاکم کی روایت کے آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہر نبوت کی لائن دن بدن کم ہوتی چلی گئی ہے اور بالآخر اس کی جگہ بادشاہت نے لے لی ہے اور میرے بعد تم اور گورنروں کا تجربہ کر لو گے۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک، جلد ۳، صفحہ ۲۶۱)

(۳۵) سانپ مارنے کی عجیب فضیلت

حضرت ابوالاحوص جشمی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ایک دن حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں انہیں دیوار پر سانپ چلتا ہوا نظر آیا، انہوں نے بیان چھوڑ کر چھڑی سے اسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا، پھر فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی سانپ کو مارا تو گویا اس نے ایسے مشرک آدمی کو مارا ہے جس کا خون بہانا حلال ہو گیا ہو۔ (اخرجہ احمد، جلد ۱ صفحہ ۴۲۱)

(۳۶) لوگوں میں لگ کر اپنے سے غافل نہ ہو جاؤ

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو یہ نصیحت فرمائی کہ لوگوں میں لگ کر اپنے آپ سے غافل نہ ہو جاؤ کیونکہ تم سے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا لوگوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ اِدھر اُدھر پھر کر دن نہ گزار دیا کرو

کیونکہ تم جو بھی عمل کرو گے وہ محفوظ کرلیا جائے گا۔ جب تم سے کوئی برا کام ہو جایا کرے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کر لیا کرو کیونکہ جس طرح نئی نیکی پرانے گناہ کو بہت زیادہ تلاش کرتی ہے اور اسے جلدی سے پا لیتی ہے اس طرح اس سے زیادہ تلاش کرنے والی میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (اخرجہ الدینوری کذا فی الکنز، جلد ۸ صفحہ ۲۰۸)

(۳۷) آپس کا جوڑ سراسر رحمت ہے اور آپس کا توڑ عذاب ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر ارشاد فرمایا جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی نہیں کرسکتا اور جو انسانوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی نہیں کرسکتا اور اللہ کی نعمتوں کو بیان کرنا بھی شکر ہے اور انہیں بیان نہ کرنا ناشکری ہے، آپس کا جوڑ سراسر رحمت ہے اور آپس کا توڑ عذاب ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم سوادِ اعظم کو چمٹے رہو یعنی علماءِ حق سے جڑے رہو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳ صفحہ ۴۵۶)

(۳۸) فرض نمازوں کے پانچ ہونے کی حکمت

سُؤال: نمازیں پانچ ہی کیوں فرض ہوئیں، کیا حکمت ہے؟

جَواب: دستور یہ ہے کہ "فِعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ" (دانا کا فعل دانائی سے خالی نہیں ہوتا) پانچ نمازوں کی چند حکمتیں درج ذیل ہے۔

حکمت ①: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پچاس نمازوں کا تحفہ عطا فرمایا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار شفاعت پر پینتالیس (۴۵) نمازیں معاف کر دی گئیں۔ مگر اصول بنا دیا گیا کہ ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (سورۃ الانعام: آیت ۱۶۰) "جو ایک نیکی لایا اسے دس گنا اجر دیا جائے گا" اللہ رب العزت کی شانِ رحمت کا اندازہ لگایئے کہ امت پانچ نمازیں پڑھے گی مگر پچاس کا اجر و ثواب پائے گی۔

عربی زبان میں صفر کو نکتہ کی مانند لکھتے ہیں۔ پروردگار عالم نے نکتہ ہٹا دیا اور امت کے لئے آسانی پیدا کر دی۔ قیامت کے دن رب کریم کی نکتہ نوازی کا ظہور ہوگا۔ رحمت کا نکتہ شامل کر کے پانچ کے بجائے پچاس نمازوں کا ثواب ہوگا۔ اردو زبان میں سخی کی سخاوت بیان کرنے کے لئے نکتہ نوازی کا محاورہ شاید اسی واقعہ سے مشہور ہوا ہے۔ اگر پچاس نمازیں ہوتیں تو ہزاروں میں کوئی ایک نمازی ہوتا۔ پانچ کی وجہ سے کمزوروں کے لئے بھی آسانی ہوگئی۔ ہزاروں لوگ نمازی بن گئے۔ بڑا بوجھ گردنوں سے اٹھ گیا۔

حکمت ②: انسان کے جسم میں حواسِ خمسہ موجود ہیں۔

❶ دیکھنے کی حس (قوتِ باصرہ)
❷ سننے کی حس (قوتِ سامعہ)
❸ سونگھنے کی حس (قوتِ شامہ)
❹ چکھنے کی حس (قوتِ ذائقہ)
❺ چھونے کی حس (قوتِ لامسہ)

اللہ تعالیٰ نے پانچ حواس کے بدلے پانچ نمازیں عطا فرمائیں تاکہ ہر حس عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاسکے۔

حکمت ③: انسانی زندگی کی پانچ نعمتیں نمایاں ہیں:

① کھانا پینا ② لباس ③ مکان ④ بیوی بچے ⑤ سواری۔

جان کا شکریہ ایمان لانا اور "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اقرار کرنا ہے جبکہ بقیہ پانچ نعمتوں کے شکرانے کے طور پر پانچ نمازیں عطا کر دی گئیں۔ جو شخص پانچ نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتا ہے وہ شخص اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں میں سے ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص طواف کے دوران دعا مانگ رہا تھا کہ اے اللہ! مجھے قلیل لوگوں میں سے بنا دے۔ کسی نے پوچھا کہ قلیل لوگوں میں سے کا کیا مطلب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ (سورۂ سبا، آیت:۱۳) "میرے بندوں میں سے تھوڑے میرے شکر گزار ہیں۔"

حکمت ④: حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو پانچ نعمتیں مل گئیں وہ سمجھ لے کہ مجھے دنیا کی سب نعمتیں مل گئیں۔ ① شکر کرنے والی زبان ② ذکر کرنے والا دل ③ مشقت اٹھانے والا بدن ④ نیک بیوی ⑤ سہولت کی روزی۔ پانچ نمازیں ان پانچوں نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کافی ہیں۔

حکمت ⑤: انسانی زندگی میں پانچ حالتیں ممکن ہیں۔

① کھڑا ہونا ② بیٹھنا ③ لیٹنا ④ جاگنا ⑤ سونا۔

ان پانچ حالتوں میں انسان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کی بارش ہو رہی ہوتی ہے۔ اگر انسان ہر نعمت کا حق ادا کرنا چاہے تو وہ حق ادا کر ہی نہیں سکتا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب ہم نعمتوں کو گن ہی نہیں سکتے تو اُن کا شکر کیسے ادا کر سکتے ہیں۔ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ظاہراً ناممکن نظر آتا ہے۔ پروردگار عالم نے احسان فرمایا کہ انسان پر پانچ نمازیں فرض فرما دیں۔

پس جو شخص اہتمام کے ساتھ پانچ نمازیں ادا کرے گا وہ زندگی کی ہر حالت میں ہونے والی اللہ تعالیٰ کی ہر ہر نعمت کا شکر ادا کرنے والا بن جائے گا۔

حکمت ⑥: شریعت محمدیہ میں نجاست سے پاکی حاصل کرنے والے غسل پانچ ہیں۔

① جنابت کا غسل ② حیض کا غسل ③ نفاس کا غسل ④ اسلام لانے کا غسل ⑤ میت کا غسل۔

یہ پانچ غسل ہر قسم کی حقیقی نجاستوں اور حکمی نجاستوں کو دور کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر پانچ نمازیں فرض فرما دیں تاکہ جو شخص پانچ نمازیں باقاعدگی سے ادا کر لے وہ ہر قسم کی باطنی نجاستوں سے پاک ہو جائے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال ایک نہر کی مانند ہے جو مؤمن کے گھر کے سامنے جاری ہو۔ پھر وہ مؤمن اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے۔ کیا اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، اسی طرح جو شخص پانچ نمازیں ادا کر لیتا ہے اس کے ذمہ گناہوں کا میل کچیل نہیں رہ سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (سورۂ ہود، آیت:۱۱۴) "بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔"

حکمت ⑦: قبلے پانچ طرح کے ہیں: ① بیت اللہ۔ امت محمدیہ کا قبلہ۔ ② بیت المقدس۔ یہودیوں کا قبلہ۔ ③ مکاناً شرقیاً۔ یعنی مشرقی سمت۔ نصاریٰ کا قبلہ۔ ④ بیت المعمور۔ ملائکہ کا قبلہ۔ ⑤ وجہ اللہ۔ راہ گم کردہ متحیر انسان کا قبلہ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (سورۃ البقرہ، آیت:۱۱۵)

گویا عبادت کرنے والے پانچ قسم کے لوگ تھے، اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ پر پانچ نمازیں فرض کیں تاکہ ان کو تمام عبادت گزاروں سے مناسبت ہو اور سب کی عبادت کے بقدر اُن کو عبادت کرنے کا اجر وثواب حاصل ہو۔

حکمت ⑧: انسان کی دنیاوی زندگی ختم ہونے پر اُسے پانچ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

① سکرات موت ② عذاب قبر ③ روزِ محشر نامہ اعمال کا ملنا ④ پل صراط سے گزرنا ⑤ جنت کے دروازے سے گزرنا۔

جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پانچ مصیبتوں کو آسان فرما دیں گے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے زواجر میں حدیث نقل کی ہے:

”مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِخَمْسِ خِصَالٍ. يَرْفَعُ عِنْدَ ضِيْقِ الْمَوْتِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَيُعْطِيْهُ اللّٰهُ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ“

تَرْجَمَہ: ”جس نے نمازوں کی حفاظت کی، اللہ تعالیٰ پانچ خصلتوں سے اس کا اکرام فرمائے گا۔ اول موت کی سختی سے بچائے گا۔ دوسرے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ تیسرے حشر کے دن نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ چوتھے پل صراط سے بجلی کی طرح پار ہو جائے گا۔ پانچویں جنت میں بلا حساب داخل کر دیا جائے گا۔“

(نماز کے اسرار و رموز: صفحہ ۸۴)

㊴ غم ہلکا کرنے کا مجرب عمل

نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ کفار کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے بڑے مغموم تھے۔ اللہ رب العزت نے کتنے پیارے انداز میں فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۱۲۷، ۱۲۸)

کبھی آپ بہت پریشان ہوں تو اس آیت کو ذرا چند بار پڑھ کر دیکھا کیجئے، آزمودہ چیز ہے، بڑے بڑے غم اور مصیبتیں اللہ رب العزت اس آیت کے پڑھنے سے بندے کے سر سے دور فرمائیں گے، دل میں ٹھنڈک آ جائے گی، اللہ کے اس کلام میں عجیب تاثیر ہے۔ پریشان بندے کو خوش کرنے کے لئے یہ آیت اکسیر ہے، اس پر آپ خود بھی عمل کر لیجئے گا کبھی بھی کوئی پریشانی آئے آپ اس آیت کو پڑھئے۔ دیکھئے پھر اللہ تعالیٰ دل کی حالت کو کیسے بدلتے ہیں۔

㊵ خط ـــــ مسجد کی خدمت کیجئے اللہ آپ کو نیک خادمہ بیوی دے گا

سُوَال: مکرم......

بندہ بہت دنوں سے بیوی ڈھونڈ رہا ہے، کوئی لڑکی دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا، کوئی وظیفہ بتائیے۔

جَواب:

❶ استغفار کی کثرت کرو۔

❷ يَا جَامِعُ، ۵۰۰ مرتبہ پڑھا کرو۔

❸ علماء نے لکھا ہے کہ جس نوجوان کی شادی میں رکاوٹ ہو۔ اگر وہ مسجد میں جھاڑو دے اور خدمت کرے تو اس خدمت

کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو خادمہ عطا فرما دیتے ہیں۔

❹ اگر آپ ایسی بیوی کی تلاش میں ہیں کہ جس میں کوئی عیب نہ ہو تو آپ کو بیوی ملنا مشکل ہے۔ وہ تو انشاء اللہ جنت میں ملے گی اس لئے اللہ کی بندی مل جائے تو اسے اپنی شریک حیات بنا لیجئے۔

❺ سورۂ احزاب لکھ دیجئے اور گھر میں رکھئے۔

❻ اگر عورت کو شوہر کی ضرورت ہو تو بھائی کو مسجد کی صفائی کے لئے بھیجے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ. رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۝"

(۴۱) دل ہلا دینے والی دُعاء

رب کریم! ہم ظاہر میں بندے ہیں حقیقت میں نہایت گندے ہیں، اللہ ہمارے اندر کی گندگیوں کو دور فرما، ہمارے دلوں کی ظلمت کو دور فرما۔ ہمارے دلوں کی سختی کو دور فرما، اللہ ہمارے دلوں کو منور فرما، ہمارے دل کی دنیا کو آباد فرما، میرے مالک ہماری نگاہوں کو پاک فرما۔ ہمارے دلوں کو صاف فرما، ہمارے سینوں کو اپنی محبت سے لبریز فرما۔

اپنے عشق کی آتش ہمارے سینوں میں پیدا فرما۔ ہمارے انگ انگ سے اپنے ذکر کو جاری فرما، روئیں روئیں سے اپنے ذکر کو جاری فرما، ہماری ہڈی ہڈی، بوٹی بوٹی میں اپنی محبت پیدا فرما۔ اے مالک ہمارے عمل میں اخلاص پیدا فرما، رزق میں برکت پیدا فرما، صحت میں برکت پیدا فرما، کاموں میں برکت پیدا فرما، قدم قدم پر اپنی برکتیں شامل حال فرما۔

اے مالک! ہماری جسمانی بیماریوں کو دور فرما، ہماری روحانی بیماریوں کو دور فرما، نفس و شیطان کے مکر و فریب سے حفاظت فرما۔ برا چاہنے والوں کی برائی سے محفوظ فرما، اے اللہ! ہمیں دشمنوں کی دشمنی سے محفوظ فرما، عزت و آبرو کی حفاظت فرما، اے اللہ ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، اے مالک! ہمیں برے کاموں سے محفوظ فرما، برے دن سے محفوظ فرما، بری رات سے محفوظ فرما، برے وقت سے محفوظ فرما، برے کاموں سے محفوظ فرما، اے اللہ! ہمیں برے انجام سے محفوظ فرما، برے دوستوں سے محفوظ فرما، برے حالات سے محفوظ فرما۔

رب کریم ہمارے حال پر رحمت کی نظر فرما، اللہ ہمیں نماز کی حضوری نصیب فرما، سجدوں کا سرور نصیب فرما، قرآن پاک پڑھنے کا لطف نصیب فرما، رات کے آخری پہر مناجات کی لذت نصیب فرما، اے مالک! ایمان حقیقی کی تلاوت نصیب فرما، رب کریم ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرما، اے اللہ جس طرح ماں باپ اپنے کمزور بچوں کا زیادہ لحاظ کرتے ہیں، اے اللہ ہم آپ کے کمزور بندے ہیں ہمارا زیادہ لحاظ فرمائیے، ہم پر خصوصی رحمت کی نظر فرما دیجئے۔

اللہ تری اک نگاہ کی بات ہے   میری زندگی کا سوال ہے

آپ کی ایک رحمت کی نظر ہوگی، ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا، اے اللہ آپ کو اس وقت تک منانا ضروری ہے جب تک کہ آپ راضی نہیں ہو جاتے، اے اللہ ہم سے راضی ہو جائیے، اے مالک! رضا عطا فرما دیجئے، اے مالک! ہمارے گناہوں کے سبب ہم سے ناراض نہ ہوئیے، ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرما دیجئے، اے اللہ! جب بچہ پریشان ہوتا ہے، اپنے ماں باپ کی طرف دوڑتا ہے، جب بندے پریشان ہوتے ہیں اپنے پروردگار کے دَر پر آتے ہیں، اے بے کسوں کے دستگیر، اے

ٹوٹے دلوں کو تسلی دینے والے، اے زخمی دلوں پر مرہم رکھنے والے، اور غمزدہ دلوں کے غموں کو دور کرنے والے، اے پھیلے ہوئے دامنوں کو بھر دینے والے، اللہ ہماری توبہ قبول فرما۔

اے مالک! ہماری دعاؤں کو کہیں پھٹے کپڑے کی طرح منہ پر نہ مار دینا، اللہ ہم آپ کی شانِ بے نیازی سے ڈرتے ہیں، اے مالک! جب آپ کی بے نیازی کی نگاہ اٹھتی ہے تو بلعم باعورا کی چار سو سال کی عبادت کو ٹھوکر لگا دیتے ہیں، اللہ ہمارے پلے تو عبادتیں بھی نہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں، اللہ ہم تو گناہوں کے گٹھر لے کر آگے کھڑے ہیں، اے مالک! اس امید کے ساتھ کہ جب کوئی شہنشاہ کے دروازے پر جاتا ہے تو شہنشاہ یہ نہیں پوچھتا کہ تم کیا لے کر آئے ہو، ہمیشہ یہ پوچھتا ہے کیا لینے کے لئے آئے ہو، اے مولیٰ ہمارے پاس کوئی ایسا عمل نہیں کہ جو آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ ہم تو لینے کے لئے آئے ہیں، مانگنے کے لئے آئے ہیں، رب کریم رحمت کی نظر کر دیجئے، اے مالک! ہم پر احسان فرما دیجئے، اے اللہ! جب کوئی ماں بچے کو نجاست میں لتھڑا دیکھتی ہے، وہ بچے کو پھینک نہیں دیتی، نفرت نہیں کرتی، سمجھتی ہے یہ نادان ہے، نجاست میں لتھڑا پڑا ہے اس کو دھو لیتی ہے سینے سے لگا لیتی ہے، مولیٰ ہم بھی گناہوں کی نجاست میں لتھڑے ہوئے ہیں، مولیٰ ہم بڑے نادان بڑے جاہل بن کر زندگی گزارتے پھر رہے ہیں، مگر بندے تو آپ ہی کے ہیں، اے اللہ! اپنی رحمت کی نظر کر دیجئے، اور ہمارے گناہوں کی نجاست کو دھو دیجئے اور اپنی رحمت کی چادر میں چھپا لیجئے۔

اے مالک! ہمارے جیسے تو آپ کے اربوں، کھربوں بندے ہیں، لیکن ہمارا تو تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیں تو آپ ہی کے در سے مانگنا ہے، اللہ اپنے دروازے کھول دیجئے، رحمت کی نظر ڈال دیجئے، اے مالک! ہمارے لئے رحمت کا معاملہ فرما دیجئے، اے اللہ! یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا، آپ تو ان سے زیادہ کریم ہیں، آپ اپنے بندوں کو معاف فرما دیجئے، میرے مالک! کرم کا معاملہ فرما دیجئے۔

ربّ کریم! احسان کا معاملہ فرما دیجئے اور ہماری زندگی کے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیجئے، یہاں جتنی بچیاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئی ہیں جتنی معلمات ہیں، یا خادمات ہیں، اللہ سب کی محنتوں کو قبول فرما، سب کو اپنے مقرب بندوں میں شامل کر لیجئے، رب کریم ہم نے تو یہ معمول دیکھا کہ اگر کسی سے کوئی لڑائی ہو اور کسی کی عورتیں معافی مانگنے گھر پر آجائیں تو دنیا دار لوگ بھی چل کر آنے والی عورتوں کا لحاظ کر لیتے ہیں۔ قتل کے مقدمے تک معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ جب لوگ عورتوں کے چل کر آنے کا اتنا لحاظ کرتے ہیں، آپ کی یہ بندیاں اپنے گھروں سے چل کر یہاں آئی بیٹھی ہیں، دامن پھیلائے بیٹھی ہیں، اللہ رحمت کی سوالی ہیں، آپ سے آپ کی رحمت مانگتی ہیں، مولیٰ ان کے گناہوں کو بخش دیجئے، ان کی خطاؤں کو معاف کر دیجئے، رب کریم احسان فرما دیجئے۔

اے اللہ! ہم نے علماء سے یہ مسئلہ سنا ہے کہ جب باپ کوئی چیز کھانے، پینے کی خرید کر لائے اس کے بیٹے بھی ہوں، بیٹیاں بھی ہوں، وہ بیٹی کو پہلے دے، اس عزت کی وجہ سے جو آپ نے بیٹی کو عطا کی ہے، اے اللہ! جب آپ نے ہمیں یہ حکم دیا، ہم بیٹیوں کا اکرام کریں، اے اللہ! آپ کی بندیاں آپ کے سامنے ہیں، دامن پھیلائے بیٹھی ہیں، آپ ان پر کرم فرما دیجئے۔ میرے مولا! یہ اپنے دل کے غم کس کے سامنے کھولیں، مولیٰ آپ تو سینے کے بھید جاننے والے ہیں، اے اللہ انہیں شیطانی وساوس سے بچا لیجئے۔ نفسانی وساوس سے بچا لیجئے، ان کو عزت و پاک دامنی کی زندگی عطا کر دیجئے، اے اللہ! ان کی عزت و ناموس کی حفاظت فرمایئے، رب کریم! احسان فرمایئے اور ان کو نیکوکاری کی زندگی عطا فرما دیجئے، زیورِ علم سے ان کو

آراستہ فرما دیجئے، ان کے سینوں کو قرآن وحدیث کے نور سے منور فرما دیجئے، ان کو کامیابی عطا فرما دیجئے، زندگی اور آخرت کے ہر امتحان میں کامیاب فرما دیجئے، اے اللہ! یہ اپنے ماں باپ سے دور، عزیز واقارب سے دور تیرے دین کا علم حاصل کرنے کے لئے، اللہ ان جامعات میں آئی ہیں، پروردگار آپ تو مسافر کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں، اے اللہ! ان طالبات کی دعاؤں کو قبول کر لیجئے، اے اللہ! ان کے جو نیک مقاصد ہیں ان کو پورا فرما دیجئے اور جو ان کی مشکلات ہیں ان کو آسان کر دیجئے، اے اللہ! عافیت والا پاکیزہ رزق عطا فرما دیجئے، دوغلی، دورنگی زندگی سے محفوظ فرما دیجئے، اے اللہ ہماری ان دعاؤں کو قبول فرمایئے۔

"رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا يَا مَوْلَانَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط"

(۴۲) حضرت حسن بصری رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کو ایک دھوبن نے توحید سکھائی

حضرت حسن بصری رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فرماتے تھے کہ مجھے ایک دھوبن نے توحید سکھائی، کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے ہمسایہ میں ایک دھوبی رہتا تھا۔ میں ایک مرتبہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا گرمی کی رات میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ ہمسایہ سے میں نے ذرا اونچا اونچا بولنے کی آواز سنی، پوچھا کہ بھائی خیریت تو ہے، کیوں اونچا بول رہے ہو؟ جب غور سے سنا تو مجھے پتہ چلا کہ بیوی اپنے میاں سے جھگڑ رہی تھی، وہ اپنے خاوند کو کہہ رہی تھی کہ دیکھ تیری خاطر میں نے تنگیاں گزاریں، فاقے کاٹے، سادہ لباس پہنا، مشقتیں اٹھائیں، ہر دکھ سکھ تیری خاطر میں نے برداشت کیا اور میں تیری خاطر ہر دکھ برداشت کرنے کے لئے اب بھی تیار ہوں۔ لیکن اگر تو چاہے کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح کر لے، تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہو سکتا۔ میں تیرے ساتھ کبھی نہیں رہ سکتی۔ فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے قرآن پر نظر ڈالی تو قرآن مجید کی آیت سامنے آئی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط﴾ (سورۃ النساء، آیت: ۱۱۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے تو جو بھی گناہ لے کر آئے گا میں چاہوں گا سب معاف کر دوں گا، لیکن میری محبت میں کسی کو شریک بنائے گا تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہو سکتا۔ (تمنائے دل، صفحہ ۳۸)

ٹپک پڑتے ہیں آنسو جب تمہاری یاد آتی ہے
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں ہوتا

(۴۳) دینی پیشوا اگر پھسل جائے تو قوم کا کیا ہوگا

حضرت حسن بصری رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فرماتے تھے کہ مجھے کچھ واقعات زندگی میں بڑے عجیب لگے، لوگوں نے پوچھا کہ حضرت وہ کون سے؟ کہنے لگے کہ

❶ ایک مرتبہ دس بارہ سال کی لڑکی آ رہی تھی اس کی بات نے مجھے حیران کر دیا۔ بارش ہوئی تھی، پھسلن تھی، میں مسجد جا رہا تھا اور وہ بازار سے کوئی چیز لے کر آ رہی تھی، جب ذرا میرے قریب آئی تو میں نے کہا کہ بچی ذرا سنبھل کے قدم اٹھانا کہیں پھسل نہ جانا تو جب میں نے یہ کہا تو اس نے آگے سے یہ جواب دیا، حضرت! میں پھسل گئی تو مجھے نقصان ہوگا آپ ذرا سنبھل

کرقدم اٹھانا اگر آپ پھسل گئے تو قوم کا کیا بنے گا؟ کہنے لگے کہ اس لڑکی کی بات مجھے آج تک یاد ہے، اس لڑکی نے کہا تھا کہ آپ سنبھل کر قدم اُٹھانا آپ پھسل گئے تو پھر قوم کا کیا بنے گا۔

❷ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اس کے سامنے سے ایک عورت روتی ہوئی کھلے چہرے اور کھلے سر کے ساتھ آگے سے گزری، اس نے سلام پھیرا تو اس عورت پر بڑا ناراض ہوا کہنے لگا کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ دھیان نہیں ننگے سر اور کھلے چہرے کے ساتھ اس حال میں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو میرے آگے سے گزر گئی۔ اس عورت نے پہلے تو معافی مانگی اور معافی مانگ کر کہنے لگی کہ دیکھو میرے میاں نے مجھے طلاق دے دی اور میں اس وقت غم زدہ ہوں، مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں یا نہیں، میں اس حالت میں آپ کے سامنے سے گزر گئی مگر حیران اس بات پر ہوں کہ میں خاوند کی محبت میں اتنی گرفتار کہ مجھے سامنے سے گزرنے کا پتہ نہ چلا اور تم اللہ کی محبت میں کیسے گرفتار ہو کہ کھڑے پروردگار کے سامنے ہو اور دیکھ میرا چہرہ رہے ہو۔ حسن بصری رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ فرماتے ہیں کہ اس عورت کی یہ بات مجھے آج تک یاد ہے اور واقعی ہماری نمازوں کا یہی حال ہے، نیچے کی منزل پر اگر نماز پڑھ رہے ہوں اور اوپر کی منزل میں اگر کوئی ہمارا نام لے دے تو ہمیں نماز میں پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارا نام پکارا گیا ہماری نماز کی توجہ کا یہ عالم ہوتا ہے۔ (تمنائے دل، صفحہ ۴۰)

(۴۴) مردوں کا فتنہ جمال ہے، عورتوں کا فتنہ مال ہے

اللہ تعالیٰ کی محبت کے حاصل ہونے میں دو چیزیں رکاوٹ کا سبب بنتی ہیں۔ ① جمال ② مال۔

✧ جمال کیسے رکاوٹ بنتا ہے؟ یہ ہر ایک کو پتہ ہے، مسجد میں نماز پڑھی، باہر نکلتے ہیں تو آنکھ قابو میں نہیں رہتی۔ ادھر بھی ہوس سے نگاہ پڑ رہی ہے اور ادھر بھی ہوس کی نگاہ پڑ رہی ہے۔ ادھر ادھر ہوس کی نگاہوں کا اٹھنا اس بات کی دلیل ہے کہ جمال اس کے لئے پھندہ بن گیا ہے، آنکھیں غیر محرم سے قابو میں نہیں رہتیں، آج کل مردوں کے لئے یہ سب سے بڑا فتنہ ہے۔

✧ دوسرا فتنہ مال ہے اور یہ مردوں کی نسبت عورتوں کے لئے زیادہ بڑا فتنہ ہے۔ مال کی محبت عورت کے دل میں شدید ہوتی ہے اور جمال کی محبت مرد کے دل میں شدید ہوتی ہے اور آج کے نوجوانوں کو مال اور جمال کے پھندوں نے پھنسا دیا اور اللہ سے دور کر دیا، اس لئے اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں دو چیزوں سے نظریں ہٹانے کا حکم دیا ہے۔

❶ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (سورۂ طہ، آیت: ۱۳۱) اے محبوب! آپ ان کافروں کے مال کو نہ دیکھیں، ان سے اپنی نگاہوں کو ہٹا لیجئے، یہ چند دن کی چاندنی ہے، ان سے اپنی نگاہیں ہٹا لیجئے، تو ایک تو مال سے نگاہیں ہٹانے کا حکم دیا اس کی طرف دیکھو ہی نہیں۔

❷ اور دوسرا غیر محرم کی طرف سے نگاہیں ہٹانے کا حکم فرمایا: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۰) ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں یعنی جمال سے اور مال سے نگاہوں کو پرہیز کرنے کا حکم دیا۔

اور ایک چیز ایسی ہے جس کی طرف نگاہیں جمانے کا حکم دیا۔ پروردگار عالم فرماتے ہیں: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ (سورۃ الکھف، آیت: ۲۸) اے محبوب! اپنے آپ کو صبر دیجئے، اپنے آپ کو بٹھائیے، اپنے آپ کو تھی رکھئے ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اللہ کی رضا کے لئے اس کی یاد کرتے ہیں اور اے محبوب! آپ کی نگاہیں ان کے چہروں سے اِدھر اُدھر ہٹنے نہ پائیں، ان پر نگاہیں جمائے

رکھئے، تو ایک چیز پر نگاہیں جمانے کا حکم دیا۔ قرآن عظیم الشان ہمیں یہ سبق دے رہا ہے کہ ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ تمہاری نگاہیں ان کے چہروں سے ہٹیں نہیں ہر وقت ان کی طرف نگاہیں لگی ہوئی ہوں۔ معلوم ہوا کہ یہ نگاہیں اگر اللہ والوں کے چہروں پر لگی رہیں گی تو پھر بندے کا راستہ بھی سیدھا رہے گا، وہ خود بھی اللہ کے قریب ہوتا چلا جائے گا، تو دو چیزوں سے نگاہیں ہٹانے کا حکم دیا، ایک مال سے اور ایک جمال سے، اور ایک چیز پر نگاہ جمانے کا حکم دیا اور وہ ہے اللہ والوں کے چہروں پر نگاہیں جمانے کا حکم ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ "اگر آپ نگاہیں ہٹائیں گے" ﴿تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ پھر آپ دنیا کی زینت کے چاہنے والے بن جائیں گے۔

۴۵ رابعہ بصریہ نے فرمایا "اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ."

کسی نے رابعہ بصریہ کو دعا دی تھی کہ "اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں گھر عطا کر دے"، کہنے لگیں کہ "اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ" پہلے پڑوسی کی بات کرو بعد میں گھر کی بات کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے پڑوس کی جگہ عطا فرما دے۔

۴۶ مجنوں، بہرا اور چھوٹے بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں

مکرم و محترم حضرت مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بعد سلام عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا بھائی کانوں سے بہرا ہے، اسی طرح ہماری چچا زاد بہن دماغ سے معذور ہے، اب بتائیے مرنے کے بعد ایسے لوگوں کا کہاں ٹھکانا ہوگا، جنت میں یا جہنم میں۔ جواب سے مطلع فرمایئے اور خوشی کا موقع دیجئے۔

فقط والسلام

۴۷ جوابِ خط

دیکھئے بھائی! اللہ کے یہاں یقیناً کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا، اس لئے بہرا، پاگل، فاتر العقل اور زمانۂ فترت یعنی دو نبیوں کے درمیانی زمانے میں فوت ہونے والے لوگوں کا مسئلہ ہے، ان کی بابت بعض روایات میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف فرشتے بھیجے گا اور وہ انہیں کہیں گے کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ، اگر وہ اللہ کے اس حکم کو مان کر جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو جہنم ان کے لئے گلِ گلزار بن جائے گی، بصورتِ دیگر انہیں گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(مسند احمد، جلد ۴ صفحہ ۲۴، ابن حبان، جلد ۹، صفحہ ۲۲۶)

چھوٹے بچوں کی بابت اختلاف ہے۔ مسلمانوں کے بچے تو جنت میں ہی جائیں گے، البتہ کفار و مشرکین کے بچوں میں اختلاف ہے، کوئی توقف کا قائل ہے، کوئی جنت میں جانے کا اور کوئی جہنم میں جانے کا قائل ہے۔ امام ابن کثیر رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ نے کہا ہے کہ میدانِ محشر میں اس کا امتحان لیا جائے گا، جو اللہ کے حکم کی اطاعت اختیار کرے گا، وہ جنت میں اور جو نافرمانی کرے گا جہنم میں جائے گا۔ امام ابن کثیر رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اس سے متضاد روایات میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے (تفصیل کے لئے تفسیر ابن کثیر ملاحظہ کیجئے) مگر صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کے بچے بھی جنت میں جائیں گے۔ (دیکھئے صحیح بخاری، ۳: ۲۵۱، ۱۲: ۳۴۸، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۷۷۰)

(۴۸) سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکینت و برکت نازل ہوتی ہے

سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکینت و برکت نازل ہوتی ہے، ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ کہف پڑھی، گھر میں ایک جانور بھی تھا، وہ بدکنا شروع ہوگیا، انہوں نے غور سے دیکھا کہ کیا بات ہے؟ تو انہیں ایک بادل نظر آیا، جس نے انہیں ڈھانپ رکھا تھا، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع کا ذکر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے پڑھا کرو، قرآن پڑھتے وقت سکینت نازل ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری، فضل سورۃ الکہف، مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب نزول السکینہ بقراءۃ القرآن، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۷۹۹)

(۴۹) دن اور رات ـــــــ یہ دونوں اللہ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں

دن اور رات، یہ دونوں اللہ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ رات کو تاریک بنایا تاکہ سب لوگ آرام کرسکیں۔ اس اندھیرے کی وجہ سے ہر مخلوق سونے اور آرام کرنے پر مجبور ہے۔ ورنہ اگر آرام کرنے اور سونے کے اپنے اپنے اوقات ہوتے تو کوئی بھی مکمل طریقے سے سونے کا موقع نہ پاتا، جب کہ معاشی تگ ودو اور کاروبار جہاں کے لئے نیند کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر توانائی بحال نہیں ہوتی۔ اگر کچھ لوگ سو رہے ہوتے اور کچھ جاگ کر مصروف تگ وتاز ہوتے، تو سونے والوں کے آرام وراحت میں خلل پڑتا، نیز لوگ ایک دوسرے کے تعاون سے بھی محروم رہتے، جبکہ دنیا کا نظام ایک دوسرے کے تعاون وتناصر کا محتاج ہے اس لئے اللہ نے رات کو تاریک کردیا تاکہ ساری مخلوق بیک وقت آرام کرے اور کوئی کسی کی نیند اور آرام میں مخل نہ ہوسکے۔ اسی طرح دن کو روشن بنایا تاکہ روشنی میں انسان اپنا کاروبار بہتر طریقے سے کرسکے۔ دن کی یہ روشنی نہ ہوتی تو انسان کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، اسے ہر شخص بآسانی سمجھتا اور اس کا ادراک رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کے حوالے سے اپنی توحید کا اثبات فرمایا ہے کہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ دن اور رات کا یہ نظام ختم کرکے ہمیشہ کے لئے تم پر رات ہی مسلط کردے تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ایسا ہے جو تمہیں دن کی روشنی عطا کردے؟ یا اگر وہ ہمیشہ کے لئے دن ہی دن رکھے تو کیا کوئی تمہیں رات کی تاریکی سے بہرہ ور کرسکتا ہے، جس میں تم آرام کرسکو؟ نہیں، یقیناً نہیں۔ یہ صرف اللہ کی کمال مہربانی ہے کہ اس نے دن اور رات کا ایسا نظام قائم کردیا ہے کہ رات آتی ہے تو دن کی روشنی ختم ہوجاتی ہے اور تمام مخلوق آرام کرلیتی ہے اور رات جاتی ہے تو دن کی روشنی سے کائنات کی ہر چیز نمایاں اور واضح تر ہوجاتی ہے اور انسان کسب ومحنت کے ذریعے سے اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرتا ہے۔ (تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۰۹۳)

(۵۰) دل کی بیماریاں

یعنی دل کی وہ دس باتیں جن کی اصلاح سے دل کی دوسری بیماریاں دور ہوجاتی ہیں۔

(۱) زیادہ کھانے کی ہوس	(۲) زیادہ بولنے کی فکر
(۳) بیجا غصہ	(۴) حسد کرنا
(۵) بخل اور مال کی مذمت	(۶) شہرت اور جاہ کی محبت
(۷) دنیا کی محبت	(۸) تکبر کرنا

❾ عجب یعنی خود پسندی ❿ ریاء یعنی دکھلاوا

۵۱ منوراتِ ظاہری

یعنی وہ دس اعمال جن کا انسان کے ظاہری اعضاء سے تعلق ہے ان کا اہتمام کرنے سے دوسرے حکموں پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

❶ نماز ❷ زکوۃ و خیرات
❸ روزہ ❹ حج
❺ تلاوت قرآن پاک ❻ کثرتِ ذکر
❼ طلب حلال ❽ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت
❾ اتباع سنت ❿ اچھی بات کہنا اور بری باتوں سے روکنا

۵۲ منوراتِ باطنی

یعنی وہ دس اعمال جن کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ ان کا اہتمام کرنے سے دل کے دوسرے احکام پر عمل کرنا سہل ہو جاتا ہے۔

❶ توبہ ❷ خوف
❸ زہد ❹ صبر
❺ شکر ❻ اخلاص وصدق
❼ توکل ❽ اللہ کی محبت
❾ رضا برقضا ❿ سفرِ وطن کی اصلی تیاری

۵۳ بارش کو بارش کے ان راستوں سے طلب کرو جو آسمانوں میں ہیں

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۖ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝﴾ (سورہ نوح، پارہ: ۲۹، آیت: ۱۰ تا ۱۲)

تَرْجَمَہ: ”اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا۔ اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔“

بعض علماء اسی آیت کی وجہ سے نمازِ استسقاء میں سورۂ نوح کے پڑھنے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ایک مرتبہ نماز استسقا کے لئے منبر پر چڑھے تو صرف آیات استغفار (جن میں یہ آیات بھی تھیں) پڑھ کر منبر سے اُتر آئے اور فرمایا کہ میں نے بارش کو، بارش کے ان راستوں سے طلب کیا ہے جو آسمانوں میں ہے، جن سے بارش زمین پر اُترتی ہے۔ (ابن کثیر)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق مروی ہے کہ ان سے آ کر کسی نے قحط سالی کی شکایت کی تو انہوں نے اسے استغفار کی تلقین کی، کسی دوسرے شخص نے فقر و فاقہ کی شکایت کی، اسے بھی انہوں نے یہی نسخہ بتلایا۔ ایک اور شخص نے اپنے باغ کے خشک ہونے کا شکوہ کیا، اس سے بھی فرمایا، استغفار کر۔ ایک شخص نے کہا، میرے گھر اولاد نہیں ہوتی، اسے بھی کہا اپنے رب سے استغفار کر۔ کسی۔ نے جب ان سے کہا کہ آپ نے استغفار ہی کی تلقین کیوں کی؟ تو آپ نے یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا، کہ میں نے اپنے پاس سے یہ بات نہیں کی، یہ وہ نسخہ ہے جو ان سب باتوں کے لئے اللہ نے بتلایا ہے۔

(ایسر التفاسیر، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۶۳۳)

(۵۴) استغفار سے متعلق کچھ احادیث پڑھ لیجئے

(۱) مسند احمد میں بہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے پھر خدا کے سامنے حاضر ہو کر کہتا ہے کہ پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا تو معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے سے گو گناہ ہو گیا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اس کا رب گناہ پر پکڑ بھی کرتا ہے اور اگر چاہے تو معاف بھی فرما دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف فرمایا۔ اس سے پھر گناہ ہوتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پھر معاف فرماتا ہے، پھر تیسری مرتبہ اس سے گناہ ہو جاتا ہے یہ پھر توبہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر بخشتا ہے، چوتھی مرتبہ پھر گناہ کر بیٹھتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما کر کہتا ہے اب میرا بندہ جو چاہے کرے۔ (مسند احمد) یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے ایک مرتبہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ! جب ہم آپ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں رقت طاری ہو جاتی ہے اور ہم اللہ والے بن جاتے ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی، عورتوں، بچوں میں پھنس جاتے ہیں، گھر بار کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سنو جو کیفیت تمہارے دلوں کی میرے سامنے ہوتی ہے اگر یہی کیفیت ہر وقت رہتی تو پھر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے اور تمہاری ملاقات کو تمہارے گھروں پر آتے۔ سنو، اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں سے ہٹا دے اور دوسری قوم کو لے آئے جو گناہ کرے پھر بخشش مانگے، اور خدا انہیں بخشے۔ ہم نے کہا، حضور! یہ تو فرمائیے کہ جنت کی بنا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی، اس کا گارہ مشک خالص ہے، اس کے کنکر لؤلؤ اور یاقوت ہیں، اُس کی مٹی زعفران ہے، جنتیوں کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی، ان کی زندگی ہمیشگی والی ہوگی، ان کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے، ان کی جوانی فنا نہ ہوگی، تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ (۱) عادل بادشاہ (۲) روزے دار (۳) مظلوم۔ اس کی دعا بادلوں میں اٹھائی جاتی ہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جناب باری ارشاد فرماتا ہے، مجھے میری عزت کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا، اگرچہ کچھ وقت کے بعد ہو۔ (مسند احمد)

(۳) امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص کوئی گناہ کرے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (مسند احمد)

(۴) صحیح مسلم میں بروایت امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، تم میں سے جو شخص کامل وضو کر کے "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

وَرَسُوْلُہٗ"، پڑھے، اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، جس سے چاہے اندر چلا جائے۔

۵ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سنت کے مطابق وضو کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں، میں نے آپ حضرت ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص مجھ جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

پس یہ حدیث تو حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے، اس سے اگلی روایت حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے، اس سے اگلی روایت حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اور اس تیسری روایت کو حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں۔ تو الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کی وسیع مغفرت اور اس کی بے انتہا مہربانی کی خبر سید الاولین والآخرین کی زبانی آپ کے چاروں برحق خلفاء کی معرفت ہمیں پہنچی۔

آؤ اس موقعہ پر ہم گنہگار بھی ہاتھ اٹھائیں اور اپنے مہربان رحیم و کریم خدا کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے معافی طلب کریں۔ خدایا! اے ماں باپ سے زیادہ مہربان! اے عفو و درگزر کرنے والے اور کسی بھکاری کو اپنے در سے خالی نہ پھیرنے والے! تو ہم خطا کاروں کی سیاہ کاریوں سے بھی درگزر فرما اور ہمارے کل گناہ معاف فرما دے۔ آمین (محمد یونس پالنپوری)

۶ مسند ابویعلی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کثرت سے پڑھا کرو اور استغفار پر مداومت کرو، ابلیس گناہوں سے لوگوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور اس کی اپنی ہلاکت "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور استغفار سے ہے، یہ حالت دیکھ کر ابلیس نے لوگوں کو خواہش پرستی پر ڈال دیا۔ پس وہ اپنے تئیں راہ راست پر جاتے ہیں، حالانکہ ہوتے ہیں ہلاکت پر۔

۷ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابلیس نے کہا اے رب! مجھے تیری عزت کی قسم! میں بنی آدم کو ان کے آخری دم تک بہکاتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے بھی میرے جلال اور میری عزت کی قسم! جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا۔

۸ مسند بزار میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا، مجھ سے گناہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا توبہ کر لے۔ اس نے کہا، میں نے توبہ کی پھر گناہ ہو گیا۔ فرمایا، پھر توبہ کر لے۔ اس نے کہا، مجھ سے پھر گناہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، پھر استغفار کر۔ اس نے کہا، مجھ سے اور گناہ ہوا، فرمایا استغفار کئے جا۔ یہاں تک کہ شیطان تھک جائے۔ پھر فرمایا، گناہ کو بخشنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

۹ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قیدی آیا اور کہنے لگا، یا اللہ! میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں، محمد ﷺ کی طرف توبہ نہیں کرتا۔ (یعنی خدایا میں تیری ہی بخشش چاہتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا، اس نے حق حقدار کو پہنچایا۔

۱۰ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر، دو (۲) یا تین (۳) مرتبہ کہا، ہائے میرے گناہ! ہائے میرے گناہ! حضور ﷺ نے فرمایا، یہ کہو: "اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ" اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسعت والی ہے اور مجھے اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کی اُمید ہے، اس نے یہ کہا۔ حضور ﷺ نے کہا، دوبارہ کہو، اس نے دوبارہ کہا، حضور ﷺ نے کہا، پھر کہو، اس نے پھر کہا،

حضور ﷺ نے کہا، اٹھ جا، اللہ نے تیری مغفرت کر دی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳ صفحہ ۳۵۰)

مابقیہ ذخیرۂ مغفرت جو تقریباً تین سو تیرہ (۳۱۳) احادیث پر مشتمل ہے، جو کتابی شکل میں ''مایوس کیوں کھڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے'' نام سے ان شاء اللہ جلد از جلد منظر عام پر آ رہی ہے اس میں پوری تفصیل موجود ہے، اسے پڑھ لیا جائے۔

۵۵ مرد بیوی سے بے پناہ پیار کرتا ہے یہ اللہ کی ایک نشانی ہے

﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ (پارہ ۲۱، سورۂ روم، آیت: ۲۱)

ترجمہ: ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں، تا کہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔''

تشریح: مَوَدَّةً سے مراد یہ ہے کہ مرد بیوی سے بے پناہ پیار کرتا ہے اور ایسے ہی بیوی شوہر سے۔ جیسا کہ عام مشاہدہ ہے، ایسی محبت جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے، دنیا میں کسی بھی دو شخصوں کے درمیان نہیں ہوتی۔ اور رحمت یہ ہے کہ مرد بیوی کو ہر طرح کی سہولت اور آسائشیں بہم پہنچاتا ہے۔ جس کا مکلّف اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور ایسے ہی عورت بھی اپنے قدرت و اختیار کے دائرہ میں۔ تاہم انسان کو یہ سکون اور باہمی پیار انہی جوڑوں سے حاصل ہوتا ہے جو قانونِ شریعت کے مطابق باہم نکاح سے قائم ہوتے ہیں اور اسلام انہی کو جوڑا قرار دیتا ہے۔ غیر قانونی جوڑوں کو وہ جوڑا ہی تسلیم نہیں کرتا بلکہ انہیں زانی اور بدکار قرار دیتا ہے اور ان کے لئے سخت سزا تجویز کرتا ہے۔ آج کل مغربی تہذیب کے علمبردار ان مذموم کوششوں میں مصروف ہیں کہ مغربی معاشروں کی طرح اسلامی ملکوں میں بھی نکاح کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے بدکار مرد و عورت کو ''جوڑا'' (Couple) تسلیم کروایا جائے اور ان کے لئے سزا کے بجائے وہ حقوق منوائے جائیں جو ایک قانونی جوڑے کو حاصل ہوتے ہیں ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ۝﴾ (تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۱۲۸)

۵۶ دنیا میں اتنی زبانوں کا پیدا کرنا بھی اللہ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے

﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۝﴾ (پارہ ۲۱، سورۂ روم، آیت: ۲۲)

ترجمہ: ''اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف (بھی) ہے، دانش مندوں کے لئے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔''

دنیا میں اتنی زبانوں کا پیدا کر دینا بھی اللہ کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے، عربی ہے، ترکی ہے، انگریزی ہے، اُردو، ہندی ہے، پشتو، فارسی، سندھی، بلوچی وغیرہ ہے۔ پھر ایک ایک زبان کے مختلف لہجے اور اسلوب ہیں، ایک انسان ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع میں اپنی زبان اور اپنے لہجے سے پہچان لیا جاتا ہے کہ یہ شخص فلاں ملک اور فلاں علاقہ کا ہے۔ صرف زبان ہی اس کا مکمل تعارف کرا دیتی ہے۔ اسی طرح ایک ہی ماں باپ (آدم و حوا علیہما السلام) سے ہونے کے باوجود رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ کوئی کالا ہے، کوئی گورا، کوئی نیلگوں ہے تو کوئی گندمی رنگ کا، پھر کالے اور سفید رنگ میں

بھی اتنے درجات رکھ دیئے ہیں کہ بیشتر انسانی آبادی دو رنگوں میں تقسیم ہونے کے باوجود ان کی بیسیوں قسمیں ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل الگ اور ممتاز۔ پھر ان کے چہروں کے خد و خال، جسمانی ساخت اور قد و قامت میں ایسا فرق رکھ دیا گیا ہے کہ ایک ایک ملک کا انسان الگ سے پہچان لیا جاتا ہے۔ یعنی باوجود اس بات کے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے نہیں ملتا، حتیٰ کہ ایک بھائی دوسرے بھائی سے مختلف ہے لیکن اللہ کی قدرت کا کمال ہے کہ پھر بھی کسی ایک ہی ملک کے باشندے، دوسرے ملک کے باشندوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۱۲۹)

۵۷ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قرض ادا کرنے کی دُعا سکھائی

سوتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھنا مسنون ہے، لہٰذا اپنے متعلقین اور متعلقات کو یہ دُعا سکھا دیجئے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دعا پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی۔

"اَللّٰهُمَّ! رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ﴿ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ ﴿ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ ﴿ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ ﴿ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ ﴿ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ ﴿"

(صحیح مسلم، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۰۳۲)

ترجمہ: "اے اللہ! اے ساتوں آسمانوں کے اور عرشِ عظیم کے رب! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! اے تورات و انجیل اور قرآن کے اتارنے والے! اے دانوں اور گٹھلیوں کے اُگانے والے! تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر اُس چیز کی برائی سے کہ اس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے، تو اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا، تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ نہیں، تو ظاہر ہے کہ تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں، تو باطن ہے کہ تجھ سے چھپی کوئی چیز نہیں، ہمارے قرض ادا کر دے اور ہمیں فقیری سے غنا دے۔"

حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے متعلقین کو یہ دعا سکھاتے اور فرماتے، سوتے وقت داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۲۶۸)

نوٹ: دُعا کے الفاظ میں روایات کا فرق ہے، ملاحظہ کیجئے مسلم شریف، اس لئے زیادہ حیرانی میں نہ پڑیں۔ اور اپنے بچوں کو بھی مذکورہ دعا پڑھنے کی تاکید کیجئے۔

۵۸ بہترین ہدیہ سلام ہے

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت اشعث بن قیس اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے آئے اور شہر مدائن کے ایک کنارے میں ان کی جھگی کے اندر گئے۔ اندر جا کر انہیں سلام کیا، اور یہ دعائیہ کلمات کہے: "حَيَّاكَ اللّٰهُ" اللہ آپ کو زندہ رکھے۔ پھر ان دونوں نے پوچھا: کیا آپ ہی سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؟ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: جی ہاں! ان دونوں حضرات نے کہا، کیا آپ ﷺ کے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا، معلوم نہیں۔ اس پر ان دونوں حضرات کو شک ہو گیا اور انہوں نے کہا، شاید یہ وہ سلمان فارسی نہیں

ہیں جن سے ہم ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان دونوں سے کہا، میں ہی تمہارا وہ مطلوبہ آدمی ہوں جس سے تم ملنا چاہتے ہو، میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا ہے اور ان کی مجلس میں بیٹھا ہوں، لیکن حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ساتھی وہ ہے جو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ جنت میں چلا جائے (یعنی اس کا ایمان پر خاتمہ ہو جائے اور مجھے اپنے خاتمہ کے بارے میں پتہ نہیں ہے) آپ لوگ کس ضرورت کے لئے میرے پاس آئے ہیں؟ ان دونوں نے کہا، ملک شام میں آپ کے ایک بھائی ہیں ہم ان کے پاس سے آپ کے پاس آئے ہیں۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا، وہ کون ہیں؟ ان دونوں نے کہا، وہ حضرت ابوالدرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، انہوں نے جو ہدیہ تم دونوں کے ساتھ بھیجا ہے وہ کہاں ہے؟ ان دونوں نے کہا، انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی ہدیہ نہیں بھیجا۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، اللہ سے ڈرو اور جو امانت لائے ہو وہ مجھے دے دو۔ آج تک جو بھی ان کے پاس سے میرے پاس آیا ہے وہ اپنے ساتھ ان کی طرف سے ہدیہ ضرور لایا ہے۔ ان دونوں نے کہا، آپ ہم پر کوئی مقدمہ نہ بنائیں، ہمارے پاس ہر طرح کا مال و سامان ہے۔ آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، میں تمہارا مال یا سامان لینا نہیں چاہتا، میں تو وہ ہدیہ لینا چاہتا ہوں جو انہوں نے تم دونوں کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان دونوں نے کہا، اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے ساتھ کچھ نہیں بھیجا ہے، بس ہم سے اتنا کہا تھا کہ تم لوگوں میں ایک صاحب (ایسے قابل احترام) رہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب ان سے تنہائی میں بات کیا کرتے تھے تو کسی اور کو ان کے ساتھ نہ بلاتے تھے، جب تم دونوں ان کے پاس جاؤ تو انہیں میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، میں اس کے علاوہ اور کون سا ہدیہ تم دونوں سے چاہتا تھا؟ اور کون سا ہدیہ سلام سے افضل ہو سکتا ہے؟ یہ اللہ کی طرف سے ایک بابرکت اور پاکیزہ سلام ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۲ صفحہ ۶۲۸)

(۵۹) جن کے دل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں ان کی عقلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں

حضرت داود عَلَیْہِ السَّلَام پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دو کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں جن کے دل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں، میں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہوں، جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے اُسے محروم کر دیتا ہوں۔

مسند احمد میں ہے، مجھے اپنی امت پر دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے، ایک تو یہ کہ لوگ جھوٹ کے اور بناؤ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھیں گے، دوسرے یہ کہ منافق لوگ دنیا دکھاوے کو قرآن کے عامل بن کے سچے مؤمنوں سے لڑیں جھگڑیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳ صفحہ ۳۰۹)

(۶۰) شبِ معراج میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک عجیب تسبیح آسمانوں میں سنی

طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مقامِ ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام و میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام مسجد اقصیٰ تک شبِ معراج میں لے گئے۔ جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام آپ کے دائیں تھے اور میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام بائیں۔ آپ کو ساتوں آسمانوں تک اڑا لے گئے وہاں سے آپ لوٹے، آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی

تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ "سَبَّحَتِ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰی مِنْ ذِی الْمُهَابَةِ مُشْفِقَاتِ الذَّوِی الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی. سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی" مخلوق میں سے ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں۔ حیوانات، نباتات، جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۰۲)

(۶۱) کھانا بھی ذکر کرتا ہے

بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھانے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح خدا کر رہی تھیں، اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں بھی۔ یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے کچھ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی سے چھوڑ دیا کرو، راستوں اور بازاروں میں لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں اپنی سواریوں کو نہ بنالیا کرو، سنو! بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے افضل ہوتی ہیں۔ (مسند احمد)

سنن نسائی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے مار ڈالنے کو منع فرمایا اور فرمایا اس کا بولنا تسبیح خدا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۳ صفحہ ۲۰۲)

(۶۲) شہد کی مکھیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عجیب بات سمجھائی گئی ہے

شہد کی مکھیوں کو خدا تعالیٰ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ وہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائیں۔ اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کتنا مضبوط، کیسا خوبصورت اور کیسی کچھ کاری گری کا ہوتا ہے۔ پھر اسے ہدایت کی اور اس کے لئے مقدر کر دیا کہ یہ پھلوں کے، پھولوں کے اور گھاس پات کے رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے، آئے لیکن واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے۔ چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو، چاہے بیابان کے درخت ہوں، چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسان کھنڈر ہوں، یہ نہ راستہ بھولے، نہ بھٹکتی پھرے۔ خواہ کتنی ہی دور نکل جائے، لوٹ کر اپنے چھتے میں اپنے بچوں، انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے۔ اپنے پروں سے موم بنائے، اپنے منہ سے شہد جمع کرے اور دوسری جگہ سے بچے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳ صفحہ ۱۲۸)

(۶۳) ہوا کا خدا کا نظام پڑھ لیجئے

1. ہوا چلتی ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی ہے اور بادلوں کو پر کر دیتی ہے۔
2. ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے۔
3. ایک ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو اِدھر اُدھر سے اٹھاتی ہے۔
4. ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے تہ بہ تہ کر دیتی ہے۔

❺ ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے بوجھل کر دیتی ہے۔

❻ ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھلدار ہونے کے قابل کر دیتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۹۲)

(۶۴) حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟

حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا تعالیٰ عزوجل سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا کہ داود! اب تو شکر ادا کر چکا جبکہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کرلیا کہ تو میری نعمتوں کے شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اللہ ہی کے لئے تو حمد ہے، جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے پھر اس نعمت کی شکر گزاری کی ادائیگی کی توفیق پر پھر نعمت ملی جس کا شکریہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر پورا ادا نہیں ہو سکتا۔ تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۳ صفحہ ۷۸)

(۶۵) قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے

بزار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے، ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی، دوسرے میں گناہ ہوں گے، تیسرے میں خدا کی نعمتیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے۔ اس سے اس کے سارے ہی نیک عمل ختم ہو جائیں گے، پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یونہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے، اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر خدا کا ارادہ رحم و کرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے گا اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر جائے گا اور اس سے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳ صفحہ ۷۸)

(۶۶) اے اللہ! رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر ادا نہیں ہو سکتا

اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھا، آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے، زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے، آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل، کھیتیاں، باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں، تم وہاں کا مال یہاں، یہاں کا وہاں لے جاؤ، لے آؤ، نفع حاصل کرو، تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں تم ان کا پانی پیو، پلاؤ، ان سے کھیتیاں کرو، نہاؤ، دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ دائماً چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں۔ مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں، نہ ان میں ٹکراؤ

ہو، نہ آگے پیچھے ہوں، دن رات انہی کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ وہ رب العالمین بابرکت ہے، کبھی دنوں کو بڑا کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے۔ وہ خدا عزیز وغفار ہے، تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لئے مہیا کر دی ہیں، تم اپنے حال وقال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمہیں دے دی ہیں، مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی۔ اس کا ہاتھ نہیں رکتا، تو بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکر یہ تم ادا کیا کرو گے؟ تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ خدا کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور خدا کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں۔ لوگو! صبح وشام توبہ، استغفار کرتے رہو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرمایا کرتے تھے کہ خدایا! تیرے ہی لئے سب حمد وثنا سزاوار ہے۔ ہماری ثنائیں ناکافی ہیں پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں، خدایا تو معاف فرما۔

،، رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر پورا ادا نہیں ہو سکتا، تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۷۷)

۶۷ عبداللہ بن سلام مکہ مکرمہ عید منانے گئے اور اللہ نے اسلام دے دیا

حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے علماء یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم و اسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَامُ کی مسجد میں جا کر عید منائیں۔ مکہ مکرمہ پہنچے، آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہیں تھے۔ یہ لوگ جب حج سے واپس ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے، اور لوگ بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس تھے، یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں۔ کہا ہاں۔ فرمایا، قریب آ جاؤ۔ جب قریب گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا، آپ خدا تعالیٰ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمائیے۔ اسی وقت حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ آئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کہو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پوری سورت پڑھ سنائی۔ ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا، مسلمان ہو گئے، مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے، جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہجرت کر کے مدینے پہنچے، اس وقت آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے، جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خبر پہنچی، اسی وقت درخت سے کود پڑے۔ ماں کہنے لگیں کہ اگر (حضرت) موسیٰ (عَلَیْہِ السَّلَامُ) بھی آ جائے تو تم درخت سے نہ کودتے، کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماجی (حضرت) موسیٰ (عَلَیْہِ السَّلَامُ) کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے خاتم المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳ صفحہ ۵۴)

۶۸ داعی کی حیات اسلام کی حیات ہے، اور داعی کی موت بھی اسلام کی حیات ہے

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ گذشتہ زمانے میں ایک بادشاہ تھا، اُس کے یہاں جادوگر تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت قریب آ رہا ہے، مجھے کسی بچہ کو سونپ دو تو میں اُسے جادو سکھا دوں۔ چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک

راہب کا گھر پڑتا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا۔ یہ لڑکا بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا۔ آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا۔ جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا۔ ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی شکایت بیان کی، راہب نے کہا کہ جب جادوگر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر ہوگئی تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے روک لیا تھا، اور گھر والے بگڑیں تو کہہ دینا کہ آج جادوگر نے روک لیا تھا۔ یونہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا، دوسری جانب کلام اللہ اور دین سیکھتا تھا۔ ایک دن یہ دیکھتا ہے کہ راستہ میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے، لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے۔ اِدھر والے اُدھر اور اُدھر والے اِدھر نہیں آسکتے۔ اور سب لوگ اِدھر اُدھر حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ اُس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ راہب کا دین خدا کو پسند ہے یا جادوگر کا۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ خدایا! اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اُس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کردے، تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔ پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہوگیا۔ پھر جا کر راہب کو خبر دی تو اُس نے کہا، پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے، اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا۔ اب اس بچہ کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا لگ گیا۔ اور اُس کی دعا سے مادر زاد اندھے، کوڑھی، جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی، وہ بڑے تحفے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب میں تجھے دے دوں گا، اس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں نہیں، میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا دینے والا تو اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے، اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اُس سے دعا کروں۔ اس نے اقرار کیا۔ بچے نے اُس کے لئے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی، وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں بالکل روشن تھیں۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اُس نے کہا، میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا، ہاں یعنی میں نے۔ وزیر نے کہا، نہیں! نہیں! میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے کہا، اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب بھی ہے؟ وزیر نے کہا، ہاں میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔ اب اُس نے اُسے مار پیٹ شروع کردی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا، تجھے یہ تعلیم کس نے دی؟ آخر اُس نے بتا دیا کہ اُس بچہ کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا، اُس نے اُسے بلوایا اور کہا، اب تو تم جادو میں خوب کامل ہوگئے ہو کہ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے ہو۔ اُس نے کہا، غلط ہے، نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو۔ شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ کہنے لگا، ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں۔ اُس نے کہا، ہرگز نہیں۔ کہا، پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے؟ تو وہ کہنے لگا، ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اب اسے بھی بری طرح کی سزائیں دینی شروع کردیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگا لیا۔ راہب کو بلا کر اُس سے کہا کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا۔ اُس نے انکار کیا، تو اس بادشاہ نے آرے سے اُسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ پھر اُس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا، اُس نے بھی انکار کیا۔ تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑ دینے کو کہیں، اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے اسے لڑھکا دیں۔ چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے، جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی،

"اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ"، خدایا! جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے۔ اس دُعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے، صرف وہ بچہ ہی بچا رہا۔ وہاں سے وہ اُترا اور ہنسی خوشی پھر اُس ظالم بادشاہ کے پاس آگیا۔ بادشاہ نے کہا، یہ کیا ہوا؟ میرے سپاہی کہاں ہیں؟ فرمایا، میرے خدا نے مجھے اُن سے بچالیا۔ اُس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور اُن سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ، اور بیچوں بیچ سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ۔ یہ اُسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اُس نے پھر وہی دعا کی کہ بارالٰہی! جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا۔ موج اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا۔ یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا، میرے رب نے مجھے اُن سے بھی بچالیا۔ اے بادشاہ! تو چاہے تمام تر تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کرسکتا۔ ہاں، جس طرح میں کہوں، اُس طرح اگر کرے تو البتہ میری جان نکل جائے گی۔ اُس نے کہا، کیا کروں؟ فرمایا، تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر، پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور "بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ" یعنی اُس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو اس بچہ کا رب ہے، کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک، وہ مجھے لگے گا اور اس سے میں مروں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا۔ تیر بچے کی کنپٹی میں لگا، اس نے اپنا ہاتھ اُس جگہ رکھ لیا اور شہید ہوگیا۔ اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آگیا۔ چاروں طرف سے یہ آوازیں اُٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچہ کے رب پر ایمان لا چکے۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے ساتھی بڑے گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے، اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھے ہی نہیں، دیکھئے! اس کا یہ اثر پڑا کہ یہ تمام لوگ اُس کے مذہب پر ہوگئے۔ ہم نے تو اسی لئے اسے قتل کیا تھا کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ پڑے لیکن وہ ڈر تو سامنے آ ہی گیا اور سب مسلمان ہوگئے۔ بادشاہ نے کہا، کہ اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ اور اُن میں لکڑیاں بھرو، اور اُن میں آگ لگا دو، جو اس دین سے پھر جائے اُسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اُسے اُس آگ میں ڈال دو۔ ان مسلمانوں نے صبر و سہار کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کرلیا اور اُس میں کود کود کر گرنے لگے۔ البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی تو اُس بچہ کو خدا تعالیٰ نے بولنے کی طاقت دی، اُس نے کہا، اماں! کیا کر رہی ہو؟ تم تو حق پر ہو، صبر کرو اور اس میں کود پڑو۔ (یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور صحیح مسلم کے آخر میں بھی ہے اور نسائی میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ ہے)

نوٹ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اس بچہ کو اس کی قبر سے نکالا گیا تھا، اس کی انگلی اُسی طرح اس کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی، جس طرح بوقت شہادت تھی۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۵۳۱)

(۶۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے تھے

حضرت مثنیٰ بن سعید ذراع رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہر رات اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتا ہوں اور یہ فرما کر رونے لگ پڑے (حیاۃ الصحابہ، جلد ۲ صفحہ ۴۴۸)

(۷۰) جنت اور جہنم کی آپس میں گفتگو

صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت و دوزخ میں گفتگو ہوئی۔ جنت نے کہا، مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں اور جہنم نے کہا، میں تکبر اور تجبر کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر

اللہ تعالیٰ عزوجل نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھ سے نوازوں گا اور جہنم سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، جس سے میں چاہوں تیرے عذابوں سے انتقام لوں گا۔تم دونوں پر ہو جاؤ گی، جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھ دے گا، تب وہ کہنے لگے گی، تیری عزت کی قسم! اب بس ہے، بس ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۲ صفحہ ۵۱۹)

⑦ ایک آدمی کا عجیب صدقہ

صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے قصد کیا کہ آج رات میں صدقہ دوں گا، لے کر نکلا اور چپکے سے ایک عورت کو دے کر چلا آیا۔صبح لوگوں میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ آج رات کو کوئی شخص ایک بدکار کو کوئی خیرات دے گیا، اُس نے بھی سنا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر اپنے جی میں کہا کہ آج رات پھر صدقہ کروں گا۔ لے کر چلا اور ایک شخص کی مٹھی میں رکھ کر چلا آیا۔صبح سنتا ہے کہ لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ آج رات ایک مالدار کو کوئی صدقہ دے گیا۔اس نے پھر خدا تعالیٰ کی حمد کی اور ارادہ کیا کہ آج رات کو تیسرا صدقہ دوں گا، دے آیا۔ دن کو معلوم ہوا کہ وہ چور تھا۔تو کہنے لگا، خدایا! تیری تعریف ہے، زانیہ عورت کو دیئے جانے پر بھی، مالدار شخص کو دیئے جانے پر بھی اور چور کو دیئے جانے پر بھی خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتہ آیا اور کہہ رہا ہے کہ تیرے تینوں صدقے قبول ہو گئے۔شاید بدکار عورت مال پا کر اپنی حرامکاری سے رک جائے، اور شاید مالدار کو عبرت حاصل ہو اور وہ بھی صدقے کی عادت ڈال لے اور شاید چور مال پا کر چوری سے باز رہے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۱ صفحہ ۳۶۸)

⑦۲ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے، صبر کر لیجئے، اللہ آپ کے درجے بڑھا دے گا

ایک قریشی نے ایک انصاری کو زور سے دھکا دے دیا، جس سے اُس کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت معاویہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے پاس مقدمہ گیا اور جب وہ بہت سر ہو گیا تو آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا، اچھے جا تجھے اختیار ہے۔ حضرت ابوالدرداء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ وہیں تھے، فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے جسم کو کوئی ایذا پہنچائی جائے اور وہ صبر کر لے، بدلہ نہ لے تو اللہ تعالیٰ اُس کے درجے بڑھاتا ہے اور اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے۔اس انصاری نے یہ سن کر کہا، کیا سچ مچ آپ نے خود ہی اسے حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کی زبانی سنا ہے۔آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا، ہاں! میرے ان کانوں نے سنا ہے اور میرے دل نے یاد کیا ہے۔اس نے کہا، پھر گواہ رہو کہ میں نے اپنے مجرم کو معاف کر دیا۔حضرت معاویہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اُسے انعام دیا۔(تفسیر ابن کثیر، جلد ۱ صفحہ ۷۶۱)

⑦۳ خدایا تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں، قیامت کے دن اعمال آئیں گے، نماز آ کر کہے گی کہ خدایا! میں نماز ہوں۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اچھی چیز ہے۔صدقہ آئے گا اور کہے گا، پروردگار! میں صدقہ ہوں۔جواب ملے گا تو بھی خیر پر ہے۔روزہ آ کر کہے گا میں روزہ ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو بھی بہتری پر ہے۔پھر اسی طرح اور اعمال بھی آتے جائیں

گے اور سب کو یہی جواب ملتا رہے گا۔ پھر اسلام آئے گا اور کہے گا، خدایا! تو سلام ہے اور میں اسلام۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر ہے، آج تیرے ہی باعث میں پکڑوں گا اور تیری ہی وجہ سے میں انعام دوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ا صفحہ ۴۳۰)

۷۴ منافقین کے بارے میں کچھ پڑھ لیجیے

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ۝﴾ (سورۃ النساء، آیت: ۱۴۲، ۱۴۳)

ترجمہ: ”بے شک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے، اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یادِ الٰہی تو یونہی برائے نام کرتے ہیں، وہ درمیان میں ہی معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو تو اس کے لئے کوئی راہ نہیں پائے گا۔“

تشریح: سورۂ بقرہ کے شروع میں بھی آیت ﴿یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ...... الخ﴾ اس مضمون میں گزر چکی ہے۔ یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ یہ کم سمجھ منافق اس خدا کے سامنے چالیں چلتے ہیں جو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں اور دل کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ ہے، کم فہمی سے یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ جس طرح ان کا نفاق دنیا میں چل گیا اور مسلمانوں میں ملے جلے رہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس بھی یہ مکاری چل جائے گی۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ قیامت کے دن بھی یہ لوگ خدا کے سامنے اپنی یک رنگی کی قسمیں کھائیں گے جیسے یہاں کھاتے ہیں، لیکن اس عالم الغیب کے سامنے یہ ناکارہ قسمیں ہرگز کارآمد نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں دھوکے میں رکھ رہا ہے، وہ ڈھیل دیتا ہے بڑھوتری دیتا ہے، یہ پھولتے ہیں، خوش ہوتے ہیں اور اپنے لئے اسے اچھائی سمجھتے ہیں۔ قیامت میں بھی ان کا یہی حال ہوگا، مسلمانوں کے نور کے سہارے میں ہوں گے، وہ آگے نکل جائیں گے آوازیں دیں گے کہ ٹھہرو! ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں، جواب ملے گا کہ پیچھے مڑ جاؤ اور روشنی تلاش کر لاؤ، یہ مڑیں گے، ادھر حجاب مائل ہو جائے گا، مسلمانوں کی جانب رحمت اور ان کی طرف زحمت۔ حدیث شریف میں ہے، جو سنائے گا اللہ اُسے بھی سنائے گا۔ جو ریاکاری کرے گا اللہ بھی اسے دکھائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے، ان منافقوں میں وہ بھی ہوں گے کہ بظاہر لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ ان کی نسبت فرمائے گا انہیں جنت میں لے جاؤ، فرشتے لے جا کر دوزخ میں ڈال دیں گے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے، پھر ان منافقوں کی بدذوقی کا بیان ہو رہا ہے کہ نماز جیسی بہترین عبادت بھی مشغولی اور دلچسپی سے ادا کرنی انہیں نصیب نہیں ہوتی، کیونکہ نیک نیتی، حسن عمل، حقیقی ایمان، سچا یقین ان میں ہے ہی نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھکے ہارے ہوئے بدن سے کسمسا کر نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ نمازی کو چاہئے کہ ذوق وشوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین مانے کہ اس کی آواز پر خدا تعالیٰ کے کان ہیں، اس کی طلب پوری کرنے کو خدا تیار ہے، یہ تو ہوئی ان منافقوں کی ظاہری حالت کہ تھکے ہارے تنگدلی کے ساتھ بطور بیگار ٹالنے کے لئے نماز کے لئے آئے۔ پھر اندرونی حالت یہ ہے کہ اخلاص سے کوسوں دور ہیں۔ رب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، نمازی مشہور ہونے کے لئے لوگوں میں اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کے لئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ بھلا ان

صنم آشنا دل والوں کو نماز میں کیا ملے گا؟ یہی وجہ ہے کہ ان نمازوں میں جن میں لوگ ایک دوسرے کو کم دیکھ سکیں یہ غیر حاضر رہتے ہیں، مثلاً عشا کی نماز اور فجر کی نماز۔ بخاری و مسلم میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے زیادہ بوجھل نماز منافقوں پر عشاء اور فجر کی ہے۔ اگر دراصل یہ ان نمازوں کے فضائل کے دل سے قائل ہوتے تو گھٹنوں پر چل کر آنا پڑے یہ ضرور آ جاتے، میں تو ارادہ کر رہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز شروع کرا کر کچھ لوگوں سے لکڑیاں اٹھوا کر ان کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیاں ان کے گھروں کے ارد گرد لگا کر حکم دوں کہ آگ لگا دو اور ان کے گھروں کو جلا دو۔ ایک روایت میں ہے، خدا کی قسم! اگر انہیں ایک چرب ہڈی یا دو اچھے کھر ملنے کی اُمید ہو تو دوڑے چلے آئیں لیکن آخرت کی اور خدا کے ثوابوں کی انہیں اتنی بھی قدر نہیں، اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعاً میں ان کے گھر جلا دیتا۔ ابو یعلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں، جو شخص لوگوں کی موجودگی میں تو نماز کو سنوار کر ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے لیکن جب کوئی نہ ہو تو بری طرح نماز پڑھ لے، یہ وہ ہے جس نے اپنے رب کی اہانت کی۔ پھر فرمایا، یہ لوگ ذکر اللہ بھی بہت ہی کم کرتے ہیں، یعنی نماز میں ان کا دل نہیں لگتا، یہ اپنی کہی ہوئی بات سمجھتے بھی نہیں بلکہ غافل دل اور بے پرواہ نفس سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں، یہ نماز منافق کی ہے، یہ نماز منافق کی ہے، یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کی طرف دیکھ رہا ہے، یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا اور شیطان نے اپنے دونوں سینگ اس کے ارد گرد لگا دیئے تو یہ کھڑا ہوا اور جلدی جلدی چار رکعتیں پڑھ لیں جن میں خدا کا ذکر برائے نام ہی کیا۔ (مسلم وغیرہ)

یہ منافق متحیر ششدر و پریشان حال ہیں، ایمان و کفر کے درمیان ان کا دل ڈانوا ڈول ہو رہا ہے، نہ تو صاف طور سے مسلمانوں کے ساتھ ہی ہیں نہ بالکل کفار کے ساتھ، کبھی نورِ ایمان چمک اٹھا تو اسلام کی صداقت کرنے لگے، کبھی کفر کی اندھیریاں غالب آ گئیں تو ایمان سے یکسو ہو گئے، نہ تو حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف ہیں، نہ یہودیوں کی جانب۔ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ منافق کی مثال ایسی ہے جیسے دو ریوڑ کے درمیان کی بکری کہ کبھی تو وہ مَیں مَیں کرتی اس ریوڑ کی طرف دوڑتی ہے کبھی اُس طرف۔ اس کے نزدیک ابھی یہ طے نہیں ہوا کہ اس میں جائے یا اس کے پیچھے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس معنی کی حدیث حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں کچھ الفاظ کے ہیر پھیر سے بیان کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سنے ہوئے الفاظ دہرا کر کہا، یوں نہیں بلکہ دراصل حدیث یوں ہے جس پر حضرت عبید رحمۃ اللہ تعالیٰ ناراض ہوئے۔ (ممکن ہے ایک بزرگ نے ایک طرح کے الفاظ سنے ہوں دوسرے نے دوسری قسم کے) ابن ابی حاتم میں ہے، مؤمن، کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی ہے جو ایک دریا پر گئے، ایک تو کنارے ہی کھڑا رہ گیا، دوسرا اتر کر پار ہو کر منزل مقصود کو پہنچ گیا، تیسرا اُترا چلا، جب بیچوں بیچ پہنچا تو اِدھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے چلا، اِدھر آ، واپس چلا آ۔ اُدھر والے نے آواز دی کہ آ جاؤ، نجات کے ساتھ منزلِ مقصود پر میری طرح پہنچ جاؤ، آدھا راستہ طے کر چکے ہو۔ اب یہ حیران ہو کر کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر نظر ڈالتا ہے۔ مذبذب ہے کہ کدھر جاؤں کدھر نہ جاؤں؟ ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے چلی، غوطے کھا کھا کر مر گیا۔ پس پار ہو جانے والا تو مسلمان ہے، کنارے کھڑا رہ جانے والا کافر ہے اور موج میں ڈوب مرنے والا منافق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ا صفحہ ۶۵۴)

۷۵ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا عجیب خواب اور اس کی عجیب تعبیر

موطا امام مالک میں یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا:

"رَأَیْتُ ثَلَاثَةَ اَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِیْ حُجْرَتِیْ، فَوَصَفْتُ رُؤْیَایَ عَلٰی أَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ."

تَرْجَمَہ: "میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں۔ میں نے اپنے خواب کا تذکرہ (اپنے والد محترم) حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کیا۔"

طبقات ابن سعد کی روایت میں ہے کہ ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: تم نے اس خواب کی تعبیر کیا کی ہے؟ میں نے عرض کیا: "أَوَّلْتُهَا وَلَدًا مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" "میں نے اپنے طور پر یہ تعبیر کی ہے کہ میرے ہاں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اولاد پیدا ہوگی۔" یہ سن کر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خاموش رہے۔

پھر جب رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا انتقال ہوگیا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے حجرے میں دفن کیے گئے تو حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (خواب کی تعبیر کے طور پر) فرمایا:

"هٰذَا أَحَدُ أَقْمَارِكِ وَهُوَ خَيْرُهَا."

تَرْجَمَہ: "تمہارے ایک چاند یہ ہیں اور بقیہ دو چاندوں سے بہتر ہیں۔"

(موطا امام مالک، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی دفن المیت: ۱/۲۳۲)

بعد میں حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے حجرے میں دفن ہوئے۔

۷۶ سات بیٹیوں کی برکت سے ایک آدمی جہنم سے بچ گیا تاریخ میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے

تاریخ میں ایک دلچسپ واقعہ ملتا ہے، وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

ایک شخص کے ہاں صرف بیٹیاں تھیں۔ ہر مرتبہ اس کو امید ہوتی کہ اب تو بیٹا پیدا ہوگا مگر ہر بار بیٹی ہی پیدا ہوتی۔ اس طرح اس کے ہاں یکے بعد دیگرے چھ بیٹیاں ہوگئیں، اس کی بیوی کے ہاں پھر ولادت متوقع تھی۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں پھر لڑکی پیدا نہ ہو جائے۔ شیطان نے اس کو بہکایا، چناں چہ اس نے ارادہ کر لیا کہ اب بھی لڑکی پیدا ہوئی تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔

اس کی کج فہمی پر غور کریں! بھلا اس میں بیوی کا کیا قصور! رات کو سویا تو اس نے عجیب وغریب خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ قیامت برپا ہو چکی ہے، اس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جن کے سبب اس پر جہنم واجب ہو چکی ہے، لہٰذا فرشتوں نے اس کو پکڑا اور جہنم کی طرف لے گئے۔

پہلے دروازے پر گئے تو دیکھا کہ اس کی ایک بیٹی وہاں کھڑی تھی جس نے اسے جہنم میں جانے سے روک دیا۔ فرشتے

اسے لے کر دوسرے دروازے پر چلے گئے، وہاں اس کی دوسری بیٹی کھڑی تھی جو اس کے لئے آڑ بن گئی۔ اب وہ تیسرے دروازے پر اسے لے گئے، وہاں تیسری لڑکی کھڑی تھی جو رکاوٹ بن گئی۔ اس طرح فرشتے جس دروازے پر اس کو لے کر جاتے وہاں اس کی ایک بیٹی کھڑی ہوتی جو اس کا دفاع کرتی اور جہنم میں جانے سے روک دیتی۔ غرض یہ کہ فرشتے اسے جہنم کے چھ دروازوں پر لے کر گئے مگر ہر دراز ے پر اس کی کوئی نہ کوئی بیٹی رکاوٹ بنتی چلی گئی۔ اب ساتواں دروازہ باقی تھا۔ فرشتے اس کو لے کر اس دروازے کی طرف چل دیئے۔ اس پر گھبراہٹ طاری ہوئی کہ اس دروازے پر میرے لئے رکاوٹ کون بنے گا۔ اسے معلوم ہوگیا کہ جو نیت اس نے کی تھی غلط تھی۔ وہ شیطان کے بہکاوے میں آ گیا تھا۔ انتہائی پریشانی اور خوف و دہشت کے عالم میں اس کی آنکھ کھل چکی تھی اور اس نے رب العزت کے حضور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور دعا کی: ''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا السَّابِعَۃَ'' اے اللہ مجھے ساتویں بیٹی عطا فرما۔

اس لئے جن لوگوں کا قضا و قدر پر ایمان ہے، انہیں لڑکیوں کی پیدائش پر رنجیدہ خاطر ہونے کی بجائے خوش ہونا چاہئے۔ ایمان کی کمزوری کے سبب جن بدعقیدہ لوگوں کا یہ تصور بن چکا ہے کہ لڑکیوں کی پیدائش کا سبب ان کی بیویاں ہیں، یہ سراسر غلط ہے۔ اس میں بیویوں کا یا خود ان کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ میاں بیوی تو صرف ایک ذریعہ ہیں، پیدا کرنے والی ہستی تو صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے وہی جس کو چاہتا ہے لڑکا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکی دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ ایسی صورت میں ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ کی قضا و قدر پر راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ شوریٰ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾

(سورۂ شوریٰ، آیت: ۴۹، ۵۰)

تَرجَمَۃ: ''آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، یا پھر لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔'' (سنہری کرنیں، صفحہ ۲۴)

۷۷ باون لاکھ درہم، پھر بھی زکوٰۃ واجب نہیں

ایک مرتبہ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کھجوروں کی گٹھلیاں سر پر اٹھائے ہوئے مدینہ کے اطراف سے شہر کی طرف جا رہی تھیں۔ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اونٹنی پر سوار وہاں سے گزر رہے تھے وہ ان کی سالی بھی تھیں اور پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیوی بھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ساربان سے کہا، ''رک جاؤ، رک جاؤ۔ اسماء کو سوار کر لیں۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسماء کو اونٹنی پر سوار ہونے کی دعوت دی۔ وہ فرماتی ہیں: ''میں نے اپنے خاوند زبیر کی غیرت کو یاد کیا اور اونٹنی پر سوار ہونے سے معذرت کر دی۔'' (بخاری، ۵۲۲۵، مسلم، ۲۱۸۲)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدہ اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اونٹنی پر بیٹھنے سے انکار کیوں کیا اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سواری پر بیٹھنے سے انکار؟ وہ مقدس اور پاکباز ہستی، طاہر، مطہر، معصوم نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کیا خاوند ناراض ہوتا؟ ہرگز نہیں! یہ

کیسے ممکن ہے، مگر دراصل یہ سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غایت درجہ کی خاوند کی فرمانبرداری اور اس کے جذبات کا احترام تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی سواری پر بیٹھنے سے معذرت کر دی۔

کچھ عرصے کے بعد ان کے والد محترم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو گھوڑا اور اس کی نگہداشت کے لئے خادم عطا کیا۔

سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے خاوند کے ساتھ مشکل حالات میں صبر کیا، تنگی اور ترشی میں گزارا کیا اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وافر مقدار میں رزق عطا فرمایا اور جب حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو آپ جانتے ہیں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ترکہ میں کیا ملا؟

وہ عورت جو کھجوروں کی گٹھلیاں اکٹھی کر کے لایا کرتی تھی، اسے باون لاکھ (۵۲٫۰۰۰٫۰۰) درہم ترکہ میں ملے۔ اور یہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرام کمائی سے یا لوگوں کا مال چھین کر جمع نہیں کیے اور نہ لوگوں کو قربت رسول اور حواریٔ رسول ہونے کا وسیلہ دے کر اکٹھے کیے بلکہ انہوں نے تجارت کی اور حلال ذرائع سے مال اکٹھا کیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند کے پاس ایک ہزار کارندے تھے جو ان کے لئے کام کرتے اور اس کا حصہ ان کو دیتے تھے۔ اتنا رزق، اتنی جائداد اور مال و دولت کے باوجود ان پر کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی کیونکہ انہوں نے کبھی مال و دولت کو ذخیرہ نہیں کیا نہ اس کے انبار لگائے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جب کچھ نہ تھا، فقر و فاقہ تھا تو وہ اس حال میں گھبرائی نہیں اور واویلا نہیں کیا اور مال و دولت آئی تو اس پر فخر و غرور کا اظہار نہیں کیا اور ساری زندگی خیر کے کاموں میں، لوگوں پر احسان کرنے میں اور نیکی کرنے میں گزار دی...... (اسد الغابہ، جلد ۲ صفحہ ۳۰۹)

۷۸ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ لنگڑی ہے

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے، شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ لنگڑی ہے۔ کیا اس کو اس کے والدین کے گھر واپس بھجوا دوں؟ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمانے لگے، اگر تمہیں بیوی کے ساتھ دوڑ لگانی ہے، پھر تو تمہیں ضرور اسے چھوڑ دینا چاہئے، اور اگر ایسا نہیں تو پھر......!! (سنہری کرنیں، صفحہ ۵۴)

۷۹ نہایت ذہین بیوی

ایک شخص اپنی بیوی سے بڑا تنگ تھا اور اسے ہر حالت میں طلاق دینا چاہتا تھا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی سیڑھیاں چڑھ رہی ہے۔ اس نے بیوی کو مخاطب کیا اور کہنے لگا: سنو! اگر تو اوپر چڑھی تو تجھے طلاق، نیچے اتری تو طلاق اور اپنی جگہ کھڑی رہی تو پھر بھی طلاق۔

اس عورت نے اپنے خاوند کی طرف دیکھا، لمحہ بھر کے لئے رکی، ذرا سوچا اور پھر اس کے خاوند نے دیکھا کہ اس نے سیڑھی سے چھلانگ لگا دی۔

خاوند کی حسرتوں پر پانی پھر گیا، اپنی بیوی سے مخاطب ہوا، میرے ماں باپ تجھ پر قربان! تو کتنی بڑی فقیہ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ وفات پا جائیں تو ممکن ہے اہل مدینہ فتویٰ کے لئے تیرے ہی پاس آئیں۔ (سنہری کرنیں، صفحہ ۵۵)

⑧⓪ حضرت جلیبیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عجیب شادی اور عجیب شہادت

جلیبیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک انصاری صحابی تھے۔ نہ مالدار تھے، نہ کسی معروف خاندان سے تعلق تھا۔ صاحب منصب بھی نہ تھے، رشتہ داروں کی تعداد بھی زیادہ نہ تھی۔ رنگ بھی سانولا تھا لیکن اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی محبت سے سرشار تھے۔ بھوک کی حالت میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علم سیکھتے اور فیض یاب ہوتے۔ ایک دن اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے شفقت کی نظر سے دیکھا اور ارشاد فرمایا:

"یَا جُلَیْبِیْبُ! أَلَا تَتَزَوَّجُ؟"

تَرجَمَہ: "جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟"

جلیبیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھ جیسے آدمی سے بھلا کون شادی کرے گا؟ اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پھر فرمایا، "جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟" اور وہ جواباً عرض گزار ہوئے کہ اللہ کے رسول! بھلا مجھ سے کون شادی کرے گا؟ نہ مال، نہ جاہ وجلال!!

اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تیسری مرتبہ بھی ارشاد فرمایا: "جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟" جواب میں انہوں نے پھر وہی کہا: "اللہ کے رسول! مجھ سے شادی کون کرے گا؟ کوئی منصب نہیں، میری شکل بھی اچھی نہیں، نہ میرا خاندان بڑا ہے اور نہ مال و دولت رکھتا ہوں۔

اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

"اِذْهَبْ اِلٰی ذَاكَ الْبَيْتِ مِنَ الْاَنْصَارِ وَقُلْ لَهُمْ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَلِّغُكُمُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ: زَوِّجُوْنِي ابْنَتَكُمْ"

تَرجَمَہ: "فلاں انصاری کے گھر جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تمہیں سلام کہہ رہے تھے اور فرما رہے ہیں کہ اپنی بیٹی سے میری شادی کر دو۔"

جلیبیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خوشی خوشی اس انصاری کے گھر گئے اور دروازہ پر دستک دی۔ گھر والوں نے پوچھا، کون؟ کہا جلیبیب۔ گھر والوں نے کہا، ہم تو تمہیں نہیں جانتے، نہ تم سے کوئی غرض ہے۔ خیر گھر کا مالک باہر نکلا، اُدھر جلیبیب کھڑے تھے۔ پوچھا، کیا چاہتے ہو، کدھر سے آئے ہو؟ کہا اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تمہیں سلام بھجوایا ہے۔

یہ سننے کی دیر تھی کہ گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمیں سلام کا پیغام بھجوایا ہے۔ ارے! یہ تو بہت ہی خوش بختی کا مقام ہے کہ ہمیں اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سلام کہلا بھیجا ہے۔

جلیبیب کہنے لگے: "آگے بھی سنو! اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دو۔"

صاحب خانہ نے کہا: ذرا انتظار کرو، میں لڑکی کی ماں سے مشورہ کر لوں۔ اندر جا کر لڑکی کی ماں کو پیغام پہنچایا اور مشورہ پوچھا؟ وہ کہنے لگی: "نانا...... نانا...... قسم اللہ کی! میں اپنی بیٹی کی شادی ایسے شخص سے نہیں کروں گی، نہ خاندان، نہ شہرت، نہ مال و دولت، ان کی نیک سیرت بیٹی بھی گھر میں ہونے والی گفتگو سن رہی تھی اور جان گئی تھی کہ حکم کس کا ہے؟ کس نے مشورہ دیا ہے؟ سوچنے لگی، اگر اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ راضی ہیں، تو اس میں یقیناً میرے لئے بھلائی اور فائدہ ہے۔ اس نے والدین

کی طرف دیکھا اور مخاطب ہوئی:

"أَتَرُدُّوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَهٗ؟ اِدْفَعُوْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ لَنْ يُّضَيِّعَنِيْ ."

ترجمہ: "کیا آپ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ٹالنے کی کوشش میں ہیں؟ مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے سپرد کر دیں (وہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں میری شادی کر دیں)، کیونکہ وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں ہونے دیں گے۔"

پھر لڑکی نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۶)

ترجمہ: "اور دیکھو! کسی مؤمن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے امور میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔" (سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۶)

لڑکی کا والد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ کا مشورہ، آپ کا حکم قبول، میں شادی کے لیے راضی ہوں۔ جب رسول اکرم ﷺ کو اس لڑکی کے پاکیزہ جواب کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں یہ دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ صُبَّ الْخَيْرَ عَلَيْهَا صَبًّا وَّلَا تَجْعَلْ عَيْشَهَا كَدًّا ."

ترجمہ: "اے اللہ! اس بچی پر خیر اور بھلائی کے دروازے کھول دے اور اس کی زندگی کو مشقت و پریشانی سے دور رکھ۔" (موارد الظمآن: ۲۲۶۹، احمد: ۴/۴۲۵، مجمع الزوائد: ۹/۳۷۰ وغیرہ)

پھر جلیبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی۔ مدینہ منورہ میں ایک اور گھرانہ آباد ہوگیا جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری پر تھی، جس کی چھت مسکنت اور محتاجی تھی، جس کی آرائش و زیبائش وتہلیل اور تسبیح و تحمید تھی۔ اس مبارک جوڑے کی راحت نماز میں اور دل کا اطمینان تپتی دوپہروں کے نفلی روزوں میں تھا۔

رسول اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے یہ شادی خانہ آبادی بڑی ہی برکت والی ثابت ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کے مالی حالات اس قدر اچھے ہوگئے کہ راوی کا بیان ہے:

"فَكَانَتْ مِنْ اَكْثَرِ الْاَنْصَارِ نَفَقَةً وَّمَالًا"

ترجمہ: "انصاری گھرانوں کی عورتوں میں سب سے خرچیلا گھرانہ اس لڑکی کا تھا۔"

ایک جنگ میں اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا: "هَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ أَحَدٍ؟"

"دیکھو! تمہارا کوئی ساتھی بچھڑ تو نہیں گیا؟"

مطلب یہ تھا کہ کون کون شہید ہوگیا ہے؟

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: ہاں، فلاں فلاں حضرات موجود نہیں ہیں۔

پھر ارشاد ہوا: "هَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ أَحَدٍ؟"
"کیا تم کسی اور کو گم پاتے ہو؟"
صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: نہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لٰكِنِّيْ أَفْقِدُ جُلَيْبِيْبًا فَاطْلُبُوْهُ"
لیکن مجھے جلیبیب نظر نہیں آ رہا، اس کو تلاش کرو۔ چنانچہ ان کو میدانِ جنگ میں تلاش کیا گیا۔
وہ منظر بڑا عجیب تھا۔ میدانِ جنگ میں ان کے ارد گرد سات کافروں کی لاشیں تھیں۔ گویا وہ ان ساتوں سے لڑتے رہے اور پھر ساتوں کو جہنم رسید کرکے شہید ہوئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ رؤف و رحیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اپنے پیارے ساتھی کی نعش کے پاس کھڑے ہوئے، منظر کو دیکھا، پھر فرمایا:
"قَتَلَ سَبْعَةً ثُمَّ قَتَلُوْهُ، هٰذَا مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ، هٰذَا مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ."
تَرْجَمَہ: "اس نے سات کافروں کو قتل کیا، پھر دشمنوں نے اُسے قتل کر دیا۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔"
"فَوَضَعَهُ عَلٰى سَاعِدَيْهِ لَيْسَ لَهُ إِلَّا سَاعِدَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے ساتھی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور شان یہ تھی کہ اکیلے ہی اس کو اُٹھایا ہوا تھا۔ صرف آپ کے دونوں بازوؤں کا سہارا اسے میسر تھا۔
جلیبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قبر کھودی گئی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے دستِ مبارک سے انہیں قبر میں رکھا۔ (صحیح مسلم: ۲۴۷۲)

(۸۱) بہترین عورت کی خوبیاں

ایک اعرابی سے جس کا عورتوں کی صفات کے بارے میں خاصہ تجربہ تھا، پوچھا گیا: "بہترین عورت میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔"
اس نے جواب دیا، ایک اچھی عورت میں درج ذیل خوبیاں ہوتی ہیں۔ کھڑی ہو تو لمبے قد کی، اور بیٹھے تو نمایاں نظر آئے۔ گفتگو کرے تو سچ بولے۔ اس کو غصہ دلایا جائے تو بردباری کا مظاہرہ کرے۔ ہنسے تو صرف مسکراہٹ بکھیرے، کھانا پکائے تو نہایت ہی لذیذ...... اپنے خاوند کی فرماں بردار ہو۔ اپنے گھر سے محبت کرنے والی، اور کم سے کم گھر سے باہر نکلنے والی ہو۔ اپنی قوم میں نہایت عزیز اور باوقار ہو، مگر انتہائی متواضع و منکسر مزاج ہو۔ خاوند سے محبت کرنے والی اور کثرت سے اولاد جننے والی ہو، پھر اس کا ہر کام نہایت پسندیدہ ہوگا۔

(۸۲) کبھی کبھی بیوی اپنے شوہر پر خرچ کرے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی زینب ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی مالدار خاتون تھیں۔ فرماتی ہیں کہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان، ہم نے سنا:
"تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ"

ترجمہ: ”اے عورتوں کی جماعت! صدقہ اور خیرات کیا کرو اگرچہ اپنا زیور (فروخت کر کے) ہی کیوں نہ ہو۔“

کہتی ہیں کہ میں اپنے خاوند عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آئی اور کہا، آپ محتاج ہیں اور اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں صدقہ وخیرات کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ دریافت کریں۔ اگر یہ صدقہ میں آپ پر کروں اور یہ کفایت کر جائے تو ٹھیک ورنہ میں یہ صدقہ دوسروں کو دیا کروں گی۔ عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے کہا: تم ہی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہتی ہیں: چنانچہ میں اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گھر کی طرف چل دی، وہاں دروازے پر ایک انصاری عورت کھڑی تھی۔ میں نے جب اس سے پوچھا کہ تم یہاں کیا لینے آئی ہو؟ تو اس کا مسئلہ بھی میرے ہی جیسا تھا۔ اب احترام کے باعث کھڑی ہو گئیں کہ اندر جانے کی جرات کون کرے۔ اتنے میں گھر سے حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ باہر نکلے۔ ہم نے موقع غنیمت جانا اور ان سے کہا کہ وہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھنا چاہتی ہیں کہ کیا وہ اپنا صدقہ اور خیرات اپنے شوہروں کو دے سکتی ہیں اور اسے اپنے زیر پرورش یتیموں پر خرچ کر سکتی ہیں، اور ساتھ ہی ان سے کہا کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہمارے بارے میں نہ بتانا کہ ہم کون ہیں؟ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس گئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا کہ: جو دو عورتیں دروازے پر ہیں کون کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ایک تو انصاری عورت ہے اور دوسری زینب ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”أَيُّ الزَّيَانِب“ ”کون سی زینب؟“ حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا: عبداللہ بن مسعود کی بیوی۔

اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ“ ”ان کے لئے دوہرا اجر و ثواب ہے، ایک تو قرابت داروں سے حسن سلوک کا اور دوسرا صدقہ وخیرات کرنے کا۔“ (بخاری، ۱۴۶۶، مسلم: ۱۰۰۰)

(۸۳) ایک عورت کو مرگی کے دورے پڑتے تھے مگر وہ جنتی تھی

امام بخاری ومسلم یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عطا بن ابی رباح رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ کھڑے تھے کہ سامنے سے کالے رنگ کی ایک لونڈی گزری۔ عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عطا رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی طرف دیکھا۔ کہنے لگے: تمہارا کیا خیال ہے؟ کیوں نہ تمہیں ایک جنتی عورت دکھاؤں؟ حضرت عطا رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے تعجب سے کہا کہ ایک جنتی عورت؟

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، ہاں ایک عورت ہے، جب وہ وفات پا جائے گی تو جنت میں جائے گی۔ عطا رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے تعجب کیا، کہنے لگے کہ مجھے دکھائیں وہ کون سی خوش نصیب خاتون ہے، جو جنتی ہے، ہمارے درمیان رہتی ہے۔ بازاروں، گلیوں میں چلتی پھرتی ہے۔ عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کالے رنگ کی اس بوڑھی لونڈی کی طرف اشارہ کیا۔ کہنے لگے کہ وہ بوڑھی عورت جنتی ہے۔ حضرت عطا رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے پوچھا، ابن عباس (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ)! آپ کو کیسے معلوم کہ وہ جنتی ہے؟

جواب دیا: کئی سال گزرے یہ کالی کلوٹی لونڈی اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آئی، تب اس کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ اس نے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آ کر شفا کے لئے دعا کی درخواست کی۔ وہ کہنے لگی: ”میری زندگی

اجیرن ہوگئی ہے، بچے مجھ سے ڈرتے ہیں، میرا مذاق اڑاتے ہیں، مجھ پر ہنستے ہیں، میں بازار میں ہوں یا گھر میں، یا لوگوں کے پاس، اچانک مجھے دورہ پڑتا ہے اور مجھے ہوش نہیں رہتا، میں اس زندگی سے تنگ آ چکی ہوں، اللہ کے رسول! اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے شفا عطا فرمائے۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے چاہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صبر پر درس دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَكِ."

ترجمہ: "اگر تم چاہو تو صبر سے کام لو اور اس کے عوض تمہارے لئے جنت ہے۔ اور اگر چاہو تو میں تمہاری شفا کے لئے اللہ سے دعا کر دوں۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے جب بات ختم کی تو اس عورت نے غور و فکر کیا، سوچا، اپنے حالات اور اپنی بیماری کو دیکھا۔ آپ ﷺ کے فرمان کو اپنے دل میں دہرایا۔ اب وہ دونوں میں فیصلہ کرنا چاہ رہی تھی کہ کس کو اختیار کرے۔ صبر کو یا دنیاوی آرام کو؟ سوچا، غور کیا کہ دنیا تو فانی ہے، اسے ایک دن ختم ہو جانا ہے۔ میں جنت کی طلب گار کیوں نہ بنوں، اس کی چاہت کیوں نہ کروں؟ اور پھر اس نے اپنا فیصلہ صادر کر دیا: "اے اللہ کے رسول! میں صبر سے کام لوں گی، لیکن جب مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے تو میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، اس لئے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ وہ مجھے بے پردہ نہ کرے۔" رسول اکرم ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرما دی۔ (بخاری: ۵۶۵۲، مسلم: ۲۵۷۶)

(۸۴) ہمیشہ دم بن کر رہو، سر بن کر نہ رہو، کیونکہ سب سے پہلے مار ہمیشہ سر پر پڑا کرتی ہے ـــــ بارہ اہم نصیحتیں

❶ کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے نفس نے رات دن میں حق تعالیٰ کا کوئی بھی ضروری حق ذرہ برابر بھی کچھ ادا کیا ہے، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب ہم اپنے نور ایمان سے یہ سمجھ لیں کہ ہمارے جتنے بھی کام ہیں شروع سے لے کر آخر تک سب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، بھلا غور کریں کہ غلام کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے سب اس کے آقا کا عطیہ ہوتا ہے، اگر وہ اس کو آقا کی خدمت میں پیش کر کے یہ سمجھ لے کہ میں نے اس کا حق ادا کر دیا تو اس سے زیادہ بے وقوف دنیا میں کوئی نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو آقا سے بھی زیادہ تعلق ہے، پیدا اس نے کیا، ہوش و حواس، عقل و تمیز، بینائی شنوائی، ہاتھ، پیر، غذا وغیرہ سب اسی کی دی ہوئی ہیں۔ جن کے سہارے ہم کچھ ٹوٹے پھوٹے اعمال کر لیتے ہیں، پھر حق کس چیز سے ادا کیا۔

جاں دی، دی ہوئی اسی کی تھی　　حق تو یہ کہ حق ادا نہ ہوا

❷ اپنے اقوال اور اعمال و افعال میں توحید خالص کا استحضار رہے، مثلاً کبھی یوں نہ کہیں کہ فلاں چیز میری ہے، یا جیسے میری مرضی۔ ہاں مجازاً یا بھولے سے ایسی بات ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ خدا کی عبادت کرو، اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ، اس میں اللہ تعالیٰ نے "شَيْئًا" ارشاد فرمایا کسی شے کو متعین نہیں فرمایا۔

حقیقتاً ہر چیز اللہ کی ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کے انتظام کے تحت لوگوں کو اس کا قبضہ دیا ہوا ہے، اگر کسی نے آپ کی ملک والی چیز بغیر اجازت کے لے لی یا چوری کر لی تو یہ نہ سوچیں کہ اس نے میری چیز لے لی، اب میں اس کا مواخذہ کرتا ہوں بلکہ

یہ سوچیں کہ اس نے بادشاہ کے انتظام میں خلل ڈالا ہے، لہٰذا میں قانون شریعت کی وجہ سے اس کا مواخذہ کرتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک بزرگ نے دعا کی کہ اے اللہ! تو نے توحید خالص پر مغفرت کا وعدہ کیا ہے، میں تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، لہٰذا میری بخشش فرما، ان کو الہام ہوا کہ وہ وقت یاد کریں جب آپ کو دودھ پیش کیا گیا تو آپ نے کہا میں نہیں پیتا کہ اس سے مجھے ضرر نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کلمے پر گرفت فرمائی کہ ضرر پہنچنے کو دودھ سے منسوب کر دیا تھا۔

❸ اپنے اعمال پر اس لحاظ سے ثواب طلب نہ کریں کہ یہ ہمارے کئے ہوئے کام ہیں بلکہ صرف خدا کے فضل واحسان پر نظر کر کے ثواب طلب کیا کریں، اور اس میں راز یہ ہے کہ جو شخص اپنے نیک اعمال پر اس وجہ سے ثواب طلب کرے گا کہ اس نے خود یہ اعمال کئے ہیں، تو اس کے لئے کچھ بعید نہیں کہ برے اعمال کی سزا دینے کے واسطے بھی ترازوئے اعمال قائم کی جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ثواب چاہو تو محض اس کے احسان وفضل سے مانگو۔

❹ اپنے آپ کو سرداری کے لئے آگے نہ بڑھائیں، کسی بھی امر میں اپنے آپ کو بطور قائد سردار اور ذمہ دار آگے نہ بڑھائیں، مثلاً مشیخیت، امامت، امارت اور تدریس وغیرہ میں اپنے بھائیوں کے تابع بننے کی کوشش کریں نہ کہ اس سے سبقت لے جانے کی، مگر اس صورت میں کہ وہ خود ہمیں آگے بڑھائیں یا ہماری پیش قدمی سے دوسروں سے بلاء اور مصیبت دور ہوتی ہو یا انہیں نیک کاموں کی رغبت ہوتی ہو تو پھر مضائقہ نہیں، کیونکہ نیک کاموں میں سبقت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، سیّد احمد رفاعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا قول ہے کہ ہمیشہ دُم بن کر رہو، سر بن کر نہ رہو کیونکہ سب سے پہلے مار ہمیشہ سر پر پڑا کرتی ہے۔

❺ کسی منصب یا ذمہ داری کی تمنا نہ کریں اور نہ اپنی طرف سے اس کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کی مشیت پر نظر رکھیں، اور صبر کریں یہاں تک کہ خود ان سے اسے قبول کرنے کی درخواست نہ کی جائے، کیونکہ اگر اپنی کوشش سے کوئی منصب حاصل کرو گے تو تمہیں اس منصب کے حوالے کر دیا جائے گا، اور اگر بغیر کوشش کے کوئی ذمہ داری ملے گی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت کی جائے گی۔

❻ ہمیشہ یہ اعتقاد پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مصلحتوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں، اگر یہ اعتقاد رکھیں گے تو کسی معاملے میں بھی دل میں ناخوشی پیدا نہ ہوگی، اور جو شخص اس اعتقاد سے غافل رہے گا وہ ضرور تقدیر سے ناخوش ہوگا، بلکہ بعض اوقات اعتراض کا مرتکب ہوگا۔

شبلی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت جنید رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کو بعد وفات کے دیکھا تو میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ کہنے لگے کہ مجھے بخش دیا اور کسی بات پر عتاب نہیں فرمایا البتہ ایک بار میری زبان سے اتنی بات نکل گئی تھی کہ اس سال زمین کو بارش کی زیادہ ضرورت ہے، اس پر حق تعالیٰ نے مجھے عتاب فرمایا کہ اے جنید! تم مجھے خبر دینا چاہتے تھے، حالانکہ میں علیم وخبیر ہوں۔

❼ جب ہمارے اوپر دنیا میں تنگی اور کمی کر دی جائے تو اس صورت میں بھی ہم اپنے پروردگار سے ایسے ہی راضی رہیں جیسا کہ فراخی کی صورت میں ہم ان سے خوش رہتے ہیں، بلکہ وسعت کی حالت میں ڈرتے رہنا بھی چاہئے، کیونکہ دنیا کا کم ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت میں رکھنا چاہتے ہیں، اور زیادہ ہونے میں اندیشہ ہے کہ ہم اس میں مشغول ہو جائیں اور دفعۃً پکڑے جائیں۔

❽ اپنے دل کو دنیا میں مشغول نہیں کرنا چاہئے حتی الوسع لین دین اور جمع تقسیم کے معاملات سے دل کو فارغ رکھنے کی

کوشش کرنا چاہئے، اگر کسی سے کچھ قرض وغیرہ لینا ہو تو زیادہ سختی نہ کریں، نرمی سے دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ مطالبہ نہ کریں، یہ سوچ لیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا امتی ہے، تو اللہ اور رسول کی عظمت کو سوچتے ہوئے اس سے زیادہ تقاضہ نہ کریں۔

⑨ دنیا اور اس کی شہوات و لذات کو بے رغبتی کی نگاہ سے دیکھا کریں، رغبت کی نگاہ اس طرف نہ کریں، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، دنیا اس بوسیدہ ہڈی کی مانند ہے جس پر بہت سے کتے چھینا جھپٹی کر رہے ہوں، لہٰذا جو کوئی بھی دنیا میں رغبت کرے گا، ضرور نجاست سے آلودہ ہوگا، اور اس کو کتے کاٹیں گے اور اس پر دانت نکال کر بھونکیں گے، لہٰذا بڑی مصیبت اٹھانا پڑے گا۔

⑩ دنیا کی چیز پر مزاحمت نہ کریں، فقراء کو چاہئے کہ دنیا کی کسی چیز پر مزاحمت، جھگڑا اور تکرار نہ کریں، کیونکہ دنیا پر جھگڑنے سے دلوں میں دشمنی اور نفوس میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ جان لیں کہ ہر وہ چیز جو نزاع اور تکرار سے حاصل ہو وہ دنیا ہے اگرچہ کہ بظاہر وہ دینی چیز محسوس ہوتی ہے، اس لئے کہ جو کام بھی خالص آخرت کے لئے ہوں ان میں جھگڑا اور نزاع نہیں ہوسکتا، اگر نزاع کی نوبت آتی ہے تو سمجھ لیں کہ اس میں دنیا کی آمیزش ضرور ہے۔

⑪ اللہ تعالیٰ کی محبت کو دنیا کی تمام محبتوں پر غالب رکھیں، خواہ محبت مال کی ہو یا اولاد کی ہو یا ازواج کی ہو یا اصحاب (دوستوں) کی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے غیرت والے ہیں، وہ اپنے مؤمن بندے کے دل میں کسی غیر کی محبت کو پسند نہیں کرتے، ہاں جن کی محبت کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، جیسے انبیاء و ملائکہ علماء، صلحاء اولیاء اللہ تو ان کی محبت اللہ کے حکم کی بجا آوری کے لئے ہے۔

صوفیہ کی اصطلاح میں غیر کی محبت سے مراد وہ محبت ہے جو ''وصول الی اللہ'' میں داخل نہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام اور اپنے مشائخ اور جملہ اولیاء اللہ سے محبت چونکہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والی ہے، اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہی شمار ہوتی ہے، ازواج و اولاد سے اس قدر محبت جائز اور ضروری ہے جس سے ان کے حقوق ادا کرنے میں آسانی ہو، اس سے زائد محبت جس کی وجہ سے احکام الٰہی میں سستی اور فتور آنے لگے وہ نقصان دہ ہے۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ تمہارے بیوی، بچوں کو اس لئے مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں ان کی محبت جم گئی ہوتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس پر غیرت کھاتے ہیں) اور کبھی ان کی محبت کی وجہ سے خود تمہارے اوپر عتاب فرماتے ہیں۔

⑫ جس شخص کی عادت لڑائی جھگڑے کی ہو اس سے مناظرہ نہ کریں۔ جس شخص میں دیکھیں کہ اس کی طبیعت میں جوش زیادہ ہے، اور لڑائی جھگڑے اور مناظرہ کرنے کی عادت ہے، اس سے مناظرہ نہ کریں، اور اپنی بات کو دلائل سے منوانے کی کوشش نہ کریں، ایسے شخص کے سامنے جتنی مرضی معقول بات کی جائے اس کی کوشش ہمیشہ دوسرے کو نیچا دکھانے اور اپنی عقل وفہم کو صائب الرائے ثابت کرنے کی ہوگی۔

ایسے شخص سے بات کرنے سے پہلے سے کوئی ایسی حکمت اپنائیں کہ اس کا جوش نفس آپ کے لئے نرم ہو چکا ہو، مشائخ جب کسی کو برے کاموں کا مرتکب دیکھتے تو اس شخص کو نصیحت کرنے سے پہلے اس کی اچھائیوں کو بیان کرتے اور درمیان میں اس کی خامیوں کو بیان کر دیتے اور کہتے کہ ان سے بھی بچ جاتے تو بہت اچھا ہوتا، اس طرح وہ شخص ان برائیوں سے اجتناب

کرنے لگتا۔

(۸۵) قضائے حاجات کے لئے مولانا مدنی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا بتایا ہوا مجرب عمل

بندہ ایک روز اپنی اہلیہ کے ساتھ دیوبند کے سفر پر تھا، وہاں پہنچ کر میری اہلیہ نے حضرت شیخ حسین احمد مدنی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کی اہلیہ محترمہ سے کچھ نصیحت کی فرمائش کی تو حضرت شیخ کی اہلیہ محترمہ نے بتلایا کہ دو رکعت صلوۃ الحاجۃ کی نیت سے پڑھئے جس کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس (۵۰) مرتبہ سورۂ اخلاص اور دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھئے، پھر اللہ سے اپنی حاجت کے پورا ہونے کا سوال کیجئے۔ حضرت مدنی مشکلات کے وقت یہ عمل لوگوں کو بتلایا کرتے تھے اور خود بھی عمل کرتے تھے۔

نوٹ: مذکورہ مجرب عمل اگرچہ احادیث میں موجود نہیں، مگر اللہ والے کا بتایا ہوا عمل ہے، اور کئی لوگوں کا مجرب عمل ہے، اس لئے اگر آپ بھی کسی سخت سے سخت مسئلے میں الجھے ہوئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کی برکت سے تمہارا مسئلہ سلجھا دے گا۔

(۸۶) پروردگارِ عالم! میرا رزق تیرے ذمے ہے

ابوعبداللہ بن جعفر کو جو کہ برقی کے لقب سے مشہور ہیں، کہتے ہیں: میں نے ایک بیابان میں ایک بدو خاتون کو دیکھا جس کی کھیتی کڑاکے کی سردی، زوردار آندھی اور موسلا دھار بارش کے سبب تباہ و برباد ہو چکی تھی، لوگ اس کے اردگرد جمع تھے اور اس کی فصل تباہ ہونے پر اسے دلاسا دے رہے تھے۔

اس نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہنے لگی:

"اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَأْمُوْلُ لِأَحْسَنِ الْخَلَفِ، وَبِيَدِكَ التَّعْوِيْضُ عَمَّا تَلَفَ، فَافْعَلْ بِنَا مَا أَنْتَ أَهْلُهٗ، فَاِنَّ أَرْزَاقَنَا عَلَيْكَ وَآمَالَنَا مَصْرُوْفَةٌ اِلَيْكَ."

ترجمہ: "اے پروردگار! پسماندگان کی عمدہ دیکھ بھال کے لئے تجھ ہی سے امید وابستہ کی جاتی ہے جو کچھ تباہ و برباد ہو گیا اس کی تلافی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، اس لئے تو اپنی نرالی شان کے مطابق ہمارے ساتھ معاملہ فرما، کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہماری روزی کا بندوبست تیرے ہی ذمہ ہے اور ہماری آرزوئیں اور تمنائیں تجھی سے وابستہ ہیں۔"

ابوعبداللہ بن جعفر کہتے ہیں: میں ابھی اس خاتون کے پاس ہی تھا کہ ایک آدمی وہاں آ پہنچا ہمیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ جب اسے اس عورت کے عقیدے، منہج اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کا پتہ چلا تو اس نے پانچ سو (۵۰۰) دینار نکالے اور اس عورت کی خدمت میں پیش کر کے اپنی راہ چلتا بنا۔

(مجلۃ العربی: ۴۴۴/۱۸۸، نساء ذکیات جد ا: ۴۴)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرے گا، اور تقویٰ اختیار کرے گا، وہ کبھی نعمتِ خداوندی سے محروم نہیں رہے گا، نیز اللہ تعالیٰ اسے ایسے راستے سے روزی بہم پہنچائیں گے جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتا تھا، جیسا کہ اس دیہاتی خاتون کے ساتھ واقعہ پیش آیا جس کا آپ نے اوپر مطالعہ کیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت ہوتی ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ﴾

ترجمہ: ”جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لئے (مشکل سے) چھٹکارے کی شکل پیدا فرما دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔“ (سورۃ الطلاق، آیت:۲،۳)

عورت نے خیمے سے سر نکالا۔ اپنی کھیتی کو دیکھا، ہر چیز تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ اکثر نے محسوس کیا کہ لوگ فقیر ہو گئے۔ عورت نے پھر اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور کہنے لگی:

”اِصْنَعْ یَا اِلٰهِیْ مَا شِئْتَ، فَاِنَّ رِزْقِیْ عَلَیْکَ“

ترجمہ: ”اے میرے پروردگار! جو جی چاہے کر (تجھے کون پوچھنے والا ہے) ہاں (اتنی بات ضرور ہے کہ) میرا رزق تو تیرے ہی ذمہ ہے۔“

(۸۷) عورت کا حسن اس کے ٹیڑھے پن میں ہے

مشہور مورخ و سیرت نگار واقدی کا بیان ہے کہ میں ایک روز خلیفہ مہدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے چند احادیث بیان کیں۔ میری بیان کردہ حدیثیں اس نے لکھ لیں، پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے گھر میں داخل ہوا۔ جب وہ گھر سے نکلا تو غصہ سے اس کا چہرہ سرخ تھا اور وہ غیظ و غضب سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا، امیر المؤمنین! خیریت تو ہے؟ خلیفہ مہدی کہنے لگا: ”دَخَلْتُ عَلَی الْخَیْزُرَانِ فَقَامَتْ اِلَیَّ وَمَزَّقَتْ ثَوْبِیْ وَقَالَتْ: مَا رَأَیْتُ خَیْرًا مِّنْکَ“ ”میں اپنی بیوی ”خیزران“ کے پاس گیا تو اس نے میرا کپڑا اس قدر زور سے کھینچا کہ وہ پھٹ گیا اور کہنے لگی: میں نے تم میں کوئی خیر کا پہلو نہیں دیکھا ہے۔“

خلیفہ نے مزید کہا: اے واقدی! آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے ”خیزران“ کو ایک غلام فروش سے خریدا تھا، پھر میں نے اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی، چنانچہ وہ اب قصر شاہی میں میری بیوی کی حیثیت سے خوش و خرم زندگی گزار رہی ہے، نیز اس کو ناز و نعم اور آرائش و زیبائش کے لئے وہ چیزیں دستیاب ہیں جو دیگر آزاد عورتوں کو کم ہی نصیب ہوا کرتی ہیں۔ مگر آج اس کا ذہن اس قدر بدل گیا ہے کہ اس نے میرے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا اور کہنے لگی کہ آج تک میں نے کبھی تم میں خیر نہیں دیکھی! حالانکہ میں نے اس کے دونوں لڑکوں (ہادی اور ہارون رشید) کے لئے پیشگی بیعت کروا دی ہے، میرے بعد یکے بعد دیگرے وہ دونوں مسلمانوں کے خلیفہ ہوں گے، پھر بھی وہ مجھے طعنے دے رہی ہے کہ میں نے اس کے لئے کوئی بھلائی نہیں کی ہے!!

واقدی نے خلیفہ مہدی کی بات سن کر کہا: امیر المؤمنین! آپ ناراض نہ ہوں، کیونکہ کفران نعمت عورتوں کی فطرت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِأَهْلِهٖ وَأَنَا خَیْرُکُمْ لِأَهْلِیْ“

ترجمہ: ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل خانہ کے حق میں تم

سب سے بہتر ہوں۔'' (صحیح ابن ماجہ، کتاب النکاح: ۱۹۷۷)

ایک اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ، فَاِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَاِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ، وَاِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ.''

ترجمہ: ''عورتوں کے بارے میں میری نصیحت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے اگر تم اسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کرو گے تو انجام کار توڑ کر رہو گے۔ اور اگر اس ٹیڑھی پسلی کو یونہی چھوڑ دو گے تو ویسے ہی ٹیڑھی رہے گی (اور تم اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو) پس تم لوگ عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کیا کرو!!'' (بخاری: ۳۳۳۱، مسلم: ۱۴۶۸)

واقدی نے اس موضوع سے متعلق چند مزید احادیث خلیفہ سے بیان کیں۔ خلیفہ مہدی نے انہیں دو ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ جب واقدی خلیفہ کے پاس سے نکل کر اپنے گھر پہنچے تو اسی وقت ملکہ ''خیزران'' کا پیغامبر بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور ملکہ کا دیا ہوا تقریباً دو ہزار دینار کا عطیہ بھی ان کی خدمت میں پیش کیا، علاوہ ازیں کپڑے اور جوتے بھی تھے۔ ملکہ نے پیغامبر کے ذریعے ان عطیات کے ساتھ ساتھ اس کارِ خیر پر اُن کا شکریہ بھی ادا کیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ، ۱۳/ ۵۴۵، طبع دار ہجر)

(۸۸) نہر زبیدہ کا درد بھرا واقعہ

یہ دوسری صدی ہجری کا زمانہ تھا۔ دنیا کے چپے چپے میں اسلام کی کرنیں اپنی تابناک شعاعیں بکھیر رہی تھیں۔ وہی عرب جو کچھ عرصہ پہلے انتقام کی آگ میں جھلس رہے تھے آج اسلامی تعلیمات کی بدولت باہم بھائی بھائی بن چکے تھے، قبائل کے درمیان باہمی اختلافات بلاشبہ پائے جاتے تھے مگر محاذ جنگ پر جب اکٹھے ہوتے تو سب ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے۔ تلواروں کے سائے میں ان کی نمازیں ادا ہوتی تھیں اور جن جن ملکوں میں وہ جہاد کا پرچم لہراتے وہاں کے باشندوں کے ساتھ عدل و انصاف کرنا ان کی شان تھی۔ دوسری جانب مسلمان مبلغین بھی دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھے ہوئے تھے، چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی تعداد میں بے تحاشہ اضافہ ہونے لگا۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں مملکت اسلامیہ کی باگ ڈور خلیفہ ہارون رشید کے ہاتھ میں ہے، دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنے کے لئے آ رہے ہیں، مکہ مکرمہ میں پانی ناپید ہے، حجاج کرام اور اہل مکہ بڑی مشکل سے کسی طرح پانی کا بندوبست کر پاتے ہیں۔

اسی زمانہ میں ملکہ زبیدہ بنت جعفر فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ آتی ہیں۔ انہوں نے جب اہل مکہ اور حجاج کرام کو پانی کی دشواری اور مشکلات میں مبتلا دیکھا تو انہیں سخت افسوس ہوا، چنانچہ انہوں نے اپنے اخراجات سے ایک عظیم الشان نہر کھودنے کا حکم دے کر ایک ایسا فقید المثال کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک عالم بشریت کو یاد رہے گا۔

ام جعفر زبیدہ بنت جعفر بن ابو جعفر منصور ہاشمی خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔ یہ خلیفہ ہارون رشید کی چچا زاد بہن تھیں۔

ان کا نام ''امۃ العزیز'' تھا، ان کے دادا منصور بچپن میں ان سے خوب کھیلا کرتے تھے، ان کو ''زبیدہ'' (دودھ پلانے والی متھانی) کہہ کر پکارتے تھے، چنانچہ سب اسی نام سے پکارنے لگے اور اصلی نام لوگ بھول ہی گئے۔ یہ نہایت خوب صورت اور ذہین و فطین تھیں۔ جب جوان ہوئیں تو خلیفہ ہارون رشید سے ان کی شادی ہوگئی۔ یہ شادی بڑی دھوم دھام سے ذوالحجہ ۱۶۵ھ میں ہوئی۔ ہارون رشید نے اس شادی کی خوشی میں ملک بھر سے عوام وخواص کو دعوت پر بلایا اور مدعوین کے درمیان اس قدر زیادہ مال تقسیم کیا جس کی مثال تاریخ اسلامی میں مفقود ہے۔ اس موقع پر خاص بیت المال سے اس نے پچاس ملین درہم (۵۰,۰۰۰,۰۰۰) خرچ کئے۔ ہارون رشید نے اپنے خاص مال سے جو کچھ خرچ کیا وہ اس کے علاوہ تھا۔

ہارون رشید ملکہ زبیدہ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی بیوی کو یہ کہہ کر پکارا ''هَلُمِّي يَآ أُمَّ نَهْرٍ'' ''اُم نہر! ذرا ادھر آنا'' زبیدہ نے بعد میں مشہور عالم اصمعی کو بلوا کر پوچھا۔ امیر المؤمنین مجھے ''ام نہر'' کہہ کر پکارتے ہیں، اس کے کیا معنی ہیں؟ اصمعی نے جواب دیا، چونکہ جعفر عربی لغت میں نہر کو کہتے ہیں اور آپ کی کنیت ام جعفر ہے، اس لئے نہر معنی مراد لے کر آپ کو اس نام سے پکارا ہوگا۔

زبیدہ بڑی ہی سمجھدار خاتون تھیں، حاشیہ برداروں کے کہنے پر کبھی فوری فیصلہ نہیں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک شاعر نے ان کی خدمت میں چند اشعار سنائے، مگر ردیف و قافیہ اور الفاظ کی ترکیب میں شاید وہ اپنا مافی الضمیر اچھی طرح سے ادا نہیں کر سکا۔ شعر کے مفہوم سے ان کی عظمت کے بجائے گستاخی عیاں تھی۔ حشم و خدم نے شاعر کی عبارت کو ملکہ کی بے ادبی پر محمول کیا اور اس کو گرفتار کرنا چاہا مگر ملکہ نے ان سے کہا:

''دَعُوْهُ فَإِنَّ مَنْ أَرَادَ خَيْرًا فَأَخْطَأَ خَيْرٌ مِّمَّنْ أَرَادَ شَرًّا فَأَصَابَ ط''

تَرجَمَہ: ''اس کو نظر انداز کر دو، کیونکہ جس کی نیت اچھی بات کہنے کی ہو مگر اس سے لغزش ہو جائے ایسا شخص اس آدمی سے بہتر ہے جس کی نیت بری ہو مگر وہ بات اچھی کہہ جائے۔''

ملکہ زبیدہ کی خدمت کے لئے ایک سو نوکرانیاں تھیں جن کو قرآن کریم یاد تھا اور وہ ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتی تھیں، ان کے محل میں سے قرات کی گنگناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آتی رہتی تھی۔

زبیدہ نے پانی کی قلت کے سبب حجاج کرام اور اہل مکہ کو درپیش مشکلات اور دشواریوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو انہوں نے مکہ میں ایک نہر بنانے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے بھی وہ مکہ والوں کو بہت زیادہ مال سے نوازتی رہتی تھیں اور حج وعمرہ کے لئے مکہ آنے والوں کے ساتھ ان کا سلوک بے حد فیاضانہ تھا۔ اب نہر کی کھدائی کا منصوبہ سامنے آیا تو مختلف علاقوں سے ماہر انجینئر بلوائے گئے۔ مکہ مکرمہ سے ۳۵ کلومیٹر شمال مشرق میں وادیٔ حنین کے ''جبال طاد'' سے نہر نکالنے کا پروگرام بنایا گیا۔ ایک نہر جس کا پانی ''جبال قرا'' سے ''وادیٔ نعمان'' کی طرف جاتا تھا اُسے بھی نہر زبیدہ میں شامل کر لیا گیا۔ یہ مقام عرفات سے ۱۲ کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع تھا۔ علاوہ ازیں منیٰ کے جنوب میں صحرا کے مقام پر ایک تالاب بئر زبیدہ کے نام سے تھا جس میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا تھا، اس سے سات کاریزوں کے ذریعہ پانی نہر میں لے جایا گیا، پھر وہاں سے ایک چھوٹی نہر مکہ مکرمہ کی طرف، اور ایک عرفات میں مسجد نمرہ تک لے جائی گئی۔ اس عظیم منصوبے پر سترہ لاکھ (۱۷,۰۰,۰۰۰) دینار خرچ ہوئے۔

ملکہ زبیدہ نے انتہائی شوق اور جذبۂ اخلاص کے تحت نہر کی کھدائی کرائی تھی۔ وہ حجاج کرام اور اہل مکہ کو پانی کی

دشواریوں سے نجات دلانا چاہتی تھیں اور یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے انہوں نے کیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جب نہر زبیدہ کی منصوبہ بندی شروع ہوئی تو اس منصوبہ کا منتظم انجینئر آیا اور کہنے لگا: ''آپ نے جس منصوبہ کا حکم دیا ہے اس کے لئے خاصے اخراجات درکار ہیں، کیونکہ اس کی تکمیل کے لئے بڑے بڑے پہاڑوں کو کاٹنا پڑے گا، چٹانوں کو توڑنا پڑے گا، نشیب وفراز کی مشکلات سے نمٹنا پڑے گا، سیکڑوں مزدوروں کو دن رات محنت کرنی پڑے گی، تب کہیں جا کر اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جاسکتا ہے۔''

یہ سن کر ملکہ زبیدہ نے جو جواب دیا وہ دلچسپ بھی ہے اور اس سے ان کی قوتِ فیصلہ اور منصوبے سے دلچسپی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے چیف انجینئر سے کہا:

''اِعْمَلْهَا وَلَوْ كَانَتْ ضَرْبَةُ فَأْسٍ بِدِيْنَارٍ ط''

تَرْجَمَۃ: ''اس کام کو شروع کرو، خواہ کلہاڑے کی ایک ضرب پر ایک دینار خرچ آتا ہو۔''

اس طرح جب نہر کا منصوبہ تکمیل کو پہنچ گیا تو منتظمین اور نگراں حضرات نے اخراجات کی تفصیلات ملکہ کی خدمت میں پیش کیں۔ اس وقت ملکہ دریائے دجلہ کے کنارے واقع اپنے محل میں تھیں۔ ملکہ نے وہ تمام کاغذات لئے اور انہیں کھول کر دیکھے بغیر دریا میں ڈال دیا اور کہنے لگیں:

''الٰہی! مجھے دنیا میں کوئی حساب کتاب نہیں لینا تو مجھ سے قیامت کے دن حساب نہ لینا۔''

ملکہ زبیدہ نے یہ عظیم الشان کام انجام دے کر حجاج کرام اور باشندگانِ مکہ مکرمہ کو پانی کی قلت کے سبب درپیش مشکلات کا مسئلہ حل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس نہر کو ان کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔

ان کی وفات بغداد میں جمادی الاولیٰ ۲۱۶ھ میں ہوئی۔ (وفیات الاعیان، البدایۃ والنہایۃ، کتاب الوافی بالوفیات الاعلام للزرکلی اور تاریخ مکہ مکرمہ، محمد عبدالمعبود وغیرہ کتب سے مواد اکٹھا کر کے لکھا گیا ہے)

(۸۹) کھجوروں میں برکت

جنگ خندق کی تیاریاں زور وشور سے جاری تھیں۔ مسلمانوں کی جماعت رسول اللہ ﷺ کے اردگرد خندق کی کھدائی میں مشغول تھی۔ بہت سے مسلمانوں کے گھروں میں ایک وقت کی روٹی بھی دستیاب نہ تھی۔ پھر بھی وہ رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت اور شدید لگاؤ کے سبب آپ کے حکم تکمیل میں لگے رہتے تھے۔ بھوک کی شکست سے نڈھال ہو جاتے تو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کی کھدائی کرتے تاکہ زیادہ سے زیادہ بھوک برداشت کر سکیں، حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھ رکھے تھے اور خندق کی کھدائی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ پورے انہماک کے ساتھ مشغول تھے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

''شَكَوْنَآ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَرَيْنِ ط''

تَرْجَمَۃ: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے پیٹ سے ایک ایک پتھر باندھا ہوا دکھایا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ سے دو پتھر بندھے ہوئے ہمیں دکھائے۔'' (جامع ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲ صفحہ ۴۴۸)

خندق کی کھدائی کرنے والے صحابہ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کی تعداد ایک ہزار اور واقدی کی روایت کے مطابق تین ہزار بتائی گئی ہے۔ خندق کی کھدائی کے دوران کئی معجزات رونما ہوئے۔ ان میں سے ایک معجزہ ہم یہاں ایک صحابیہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی بہن کا بیان ہے کہ میری والدہ عمرہ بنت رواحہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا نے مجھے بلایا اور دو مٹھی کھجوریں دے کر کہنے لگیں: انہیں اپنے والد بشیر اور ماموں عبداللہ بن رواحہ کی خدمت میں لے جاؤ تا کہ وہ دوپہر کے کھانے میں کچھ کھالیں۔ میں کھجوریں لے کر اپنے والد اور ماموں کی تلاش میں نکلی، وہ دونوں دیگر صحابہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کے ساتھ خندق کی کھدائی میں مشغول تھے۔ مجھے انہیں تلاش کرتے ہوئے دیکھ کر رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بلایا اور پوچھنے لگے:
"مَا الَّذِیْ مَعَكَ" تیرے پاس کیا ہے؟

میں نے عرض کیا:

"هٰذَا تَمَرٌ بَعَثَتْنِیْ بِهٖ أُمِّیْ اِلٰی أَبِیْ وَخَالِیْ یَتَغَدَّ یَانِهٖ"

تَرجَمَہ: "یہ چند کھجوریں ہیں جنہیں دے کر میری امی نے میرے ابو اور ماموں کے پاس بھیجا ہے تا کہ وہ دوپہر کے کھانے میں کچھ کھالیں۔"

رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "هَاتِیْهِ" "یہ کھجوریں مجھے دے دو۔"

میں نے کھجوریں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دونوں ہاتھوں میں رکھ دیں، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ہتھیلیاں نہیں بھریں۔ پھر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے حکم سے چادر بچھائی گئی اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے چادر پر کھجوریں پھیلا دیں۔ پھر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک آدمی سے فرمایا: "اہل خندق کو آواز دو کہ وہ آکر دوپہر کا کھانا کھالیں۔" یہ آواز سنتے ہی خندق کی کھدائی کرنے والے تمام صحابہ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ دستر خوان پر حاضر ہوئے اور کھجوریں تناول کرنے لگے۔ اہل خندق کھجوریں کھاتے گئے اور وہ بڑھتی گئیں۔ سارے اہلِ خندق کھا کر واپس ہوگئے مگر کھجوریں تھیں کہ کپڑے کے کنارے سے باہر گر رہی تھیں۔

واضح رہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران اس قسم کی کئی معجزانہ برکات کا ظہور ہوا۔

(دیکھئے، سیرت ابن ہشام: ۲/۲۱۸، المغازی للواقدی، ۲/۴۷۶، اسد الغابۃ، ۴۱۴)

(۹۰) ۱۴/ آیاتِ سجدہ کو ایک مجلس میں پڑھ کر دعا کی قبولیت

پورے قرآن کریم میں چودہ (۱۴) آیاتِ سجدہ ہیں۔ یہ سب ایک مجلس میں، ایک ہی بیٹھک میں علی الترتیب پڑھی جائیں اور ہر ایک کے ساتھ ساتھ سجدہ بھی کیا جائے اور پھر اس کے بعد دعاء کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور قبول ہوگی۔ اور اگر مصیبت زدہ ہے تو اس کی مصیبت اور پریشانی بہت جلد دور ہو جائے گی۔ یہ اکابر، فقہاء اور ائمہ مجتہدین کا مجرب عمل ہے۔

(نور الایضاح، صفحہ ۱۱۵، ایضاح المسائل، صفحہ ۴۵، مراقی الفلاح، ۲۷۲)

ہم آسانی کے لئے قرآن کریم کی چودہ (۱۴) آیاتِ سجدوں کو علی الترتیب یہاں پر یکجا جمع کر دیتے ہیں تا کہ اس پر عمل کرنے والوں کے لئے آسانی ہو جائے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

① ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝﴾

(پارہ ۹، سورۂ اعراف، آیت: ۲۰۶)

ترجمہ: ”یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔“

② ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝﴾

(پارہ ۱۳، سورۂ رعد، آیت: ۱۵)

ترجمہ: ”اور اللہ ہی کے سامنے سب سرخم کئے ہوئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے، اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقت۔“

③ ﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝﴾ (پارہ ۱۴، سورۂ نحل، آیت: ۵۰)

ترجمہ: ”وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ اُن پر بالا دست ہے، اور اُن کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے وہ اُس کو کرتے ہیں۔“

④ ﴿وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝﴾ (پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، ایت: ۱۰۹)

ترجمہ: ”اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن اُن کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔“

⑤ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآئِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝﴾ (پارہ ۱۶، سورۂ مریم، آیت: ۵۸)

ترجمہ: ”یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے من جملہ انبیاء کے آدم علیہ السلام کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی نسل سے اور اُن لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو مقبول بنایا جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔“

⑥ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝﴾ (پارہ ۱۷، سورۂ حج، آیت: ۱۸)

ترجمہ: ”اے مخاطب! کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی بھی، اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہوگیا ہے۔ اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے۔“

⑦ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۩﴾

(پارہ ۱۹، سورۂ فرقان، آیت: ۶۰)

ترجمہ: ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے۔ کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں گے جس کو تم سجدہ کرنے کے لئے ہم کو کہو گے۔ اور اس سے اُن کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔''

⑧ ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩﴾ (پارہ ۱۹، سورۂ نمل، آیت: ۲۶)

ترجمہ: ''اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔''

⑨ ﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩﴾ (پارہ ۲۱، سورۂ سجدہ، آیت: ۱۵)

ترجمہ: ''بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں۔ اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔''

⑩ ﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۩﴾

(پارہ ۲۳، سوۂ ص، آیت: ۲۴، ۲۵)

ترجمہ: ''داود علیہ السلام نے کہا کہ یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے۔ اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔ اور داود علیہ السلام کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔ سو ہم نے ان کو معاف کر دیا۔ اور ہمارے یہاں ان کے لئے قرب اور نیک انجامی ہے۔''

⑪ ﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۩﴾

(پارہ ۲۴، سورۂ حم سجدہ، آیت: ۳۸)

ترجمہ: ''پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں وہ شب و روز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اور وہ نہیں اکتاتے۔''

⑫ ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۩﴾ (پارہ ۲۷، سورۂ نجم، آیت: ۶۲)

ترجمہ: ''سو اللہ کی اطاعت کرو اور عبادت کرو۔''

⑬ ﴿وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۩﴾ (پارہ ۳۰، سورۂ انشقاق، آیت: ۲۱)

ترجمہ: ''اور جب اُن کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے۔''

⑭ ﴿كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩﴾ (پارہ ۳۰، سورہ العلق، آیت: ۱۹)

ترجمہ: ''ہرگز نہیں، آپ اس کا کہنا نہ مانئے، اور آپ نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔''

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

نوٹ: اس کتاب کو پڑھنے والے تمام بھائیوں سے اور اللہ کے نیک بندوں سے سیاہ کار راقم الحروف کی درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں کے ساتھ ناکارہ راقم الحروف اور اس کے والدین کی فلاحِ دارین کے لئے بھی دعاء کریں، بہت بڑا احسان ہوگا۔

(۹۱) ایک عورت کی بہادری کا واقعہ

اسلامی تاریخ میں جن ناموراور بہادرخواتین کا تذکرہ آیا ہے ان میں زرقاء بنت عدی بن غالب بن قیس ہمدانیہ کا ذکر بھی ہے۔ یہ کوفہ کی رہنے والی تھیں اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پرجوش حامی تھیں۔ اپنے رشتہ داروں سمیت جنگ صفین میں شامل تھیں۔ انہوں نے لڑائی کے دوران فوجیوں سے متعدد بار خطاب کیا اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہادیئے جس سے فوجی اور زیادہ جوش وخروش سے لڑنے لگے۔ ان کے حوالے سے تاریخ نے ایک دلچسپ مگر سبق آموز واقعہ محفوظ کیا۔ آیئے صنفِ نازک سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کی جواں مردی اور حق گوئی کا مطالعہ کیجئے۔

امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۴۱ھ میں خلافت سنبھال چکے تھے۔ مسلمانوں میں صلح ہو چکی تھی۔ کبھی کبھار جنگوں کے حوالے سے بعض مجالس میں تذکرہ ہو جاتا۔ ایک رات حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے بعض خاص ساتھیوں کے ہمراہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک کسی نے جنگ صفین کا تذکرہ کر دیا۔ اہل کوفہ کی جواں مردی کا تذکرہ ہوا تو زرقاء کا بھی نام لیا گیا۔ کسی نے کہا کہ اس روز اس عورت نے بڑی زور دار تقاریر کیں۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھیوں کو جوش دلایا۔ ان کے عزم واستقلال کو جلا بخشی اور پرجوش طریقے سے فوجیوں سے خطاب کیا کہ بزدل سے بزدل آدمی بھی اگر سن لے تو میدانِ کارزار میں آگے بڑھتا چلا جائے۔ چنانچہ اس خطاب کی وجہ سے کتنے ہی لوگ جو میدانِ جنگ سے پلٹ رہے تھے لوٹ آئے، جو صلح وآشتی کی طرف مائل تھے میدانِ کارزار میں گھس گئے۔ اس کے الفاظ کیا تھے ایک جادو تھا، نہایت ہی کاٹ دار فقرے، پاٹ دار آواز، اس کی وجہ سے متزلزل قدم جم گئے۔

حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کی گفتگو سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اتنی عظیم عورت! یہ درست ہے کہ وہ مخالف گروپ سے تعلق رکھتی تھی مگر اس نے ایک عورت ہونے کے باوجود پامردی کا ثبوت دیا۔ اس کے استقلال اور ثابت قدمی سے وہ خاصے متاثر تھے۔ اچانک سوال کیا، ساتھیو! اس عورت کی تقریروں کے اقتباسات کسی کو یاد ہیں، بہت سوں نے جواب دیا، ہاں کیوں نہیں! وہ الفاظ کوئی بھولنے والے نہیں تھے۔ کم وبیش سب کو یاد ہیں۔ امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک اور سوال کر دیا: "فَمَا تُشِيْرُوْنَ عَلَيَّ فِيْهَا؟" "اس عورت کے بارے میں مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟"

بہت سوں نے اس عورت کے قتل کا مشورہ دیا مگر امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو عرب کے نہایت ذہین وفطین آدمی تھے، یوں گویا ہوئے:

"بِئْسَ مَآ أَشَرْتُمْ بِهِ وَقُبْحًا لِمَا قُلْتُمْ! أَيَحْسُنُ أَنْ يَشْتَهِرَ عَنِّيْ أَنَّنِيْ بَعْدَ مَا ظَفِرْتُ وَقَدَرْتُ قَتَلْتُ امْرَأَةً وَفَتْ لِصَاحِبِهَا، اِنِّيْ اِذَنْ لَّلَئِيْمٌ، لَا وَاللّٰهِ! لَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ أَبَدًا"

ترجمہ: "جو کچھ تم لوگوں نے کہا ہے، تمہارا یہ مشورہ اور قول بہت ہی برا اور نامناسب ہے! کیا یہ اچھا ہوگا کہ میرے متعلق مشہور ہو جائے کہ میں نے زمام اقتدار ہاتھ میں آجانے کے بعد ایک ایسی خاتون کو قتل کر دیا جس

نے اپنے ساتھی (حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے ساتھ نہایت ہی وفاداری کا ثبوت دیا؟ اللہ کی قسم! میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسی صورت میں یہ میری خست اور کمینگی کی دلیل ہوگی۔"

اس کے بعد امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حاکم کوفہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون تھا:

"أَنْ أَنْفِذْ إِلَيَّ الزَّرْقَاءَ بِنْتَ عَدِيٍّ مَّعَ نَفَرٍ مِّنْ عَشِيْرَتِهَا وَفُرْسَانٍ مِّنْ قَوْمِهَا، وَمَهِّدْ لَهَا وِطَاءً لَيِّنًا وَّمَرْكَبًا ذَلُوْلًا ط"

تَرْجَمَہ: "زرقاء بنت عدی کو اس کے خاندان کے چند افراد اور اس کی قوم کے چند شہسواروں کے ہمراہ میری خدمت میں روانہ کریں۔ اس کے لئے نرم گدے اور آرام دہ سواری کا بندوبست کرنا نہ بھولیں۔"

حاکم کوفہ نے جب زرقاء بنت عدی کو امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خط سے آگاہ کیا تو اس نے حکم کی تعمیل میں جلدی کی اور کہنے لگی: "امیر المومنین کی طاعت و فرماں برداری واجب ہے میں اعراض نہیں کر سکتی۔"

چنانچہ امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حکم کے مطابق حاکم کوفہ نے زرقاء کو ان کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ جب زرقاء امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں پہنچی تو انہوں نے پرتپاک استقبال کیا اور پوچھنے لگے: "خالہ! کیا حال ہے؟ آپ کا سفر کیسا رہا؟ کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

زرقاء بنت عدی نے عرض کیا: "رَبِيْبَةَ بَيْتٍ أَوْ طِفْلاً مُّمَهَّدًا"

مفہوم یہ ہے کہ الحمد للہ میں خیریت سے ہوں۔ مجھے گھر کی مالکن کی طرح باعزت لایا گیا ہے، یا پھر گھوارے والے بچے کی طرح محفوظ طریقے سے آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: دراصل میں نے یہ حکم دے رکھا تھا، آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کس لئے یہاں آنے کی زحمت دی ہے؟

زرقاء بنت عدی نے کہا: "وَأَنّٰى لِيْ بِعِلْمِ مَا لَمْ أَعْلَمْ؟ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى ط"

"بھلا جس بات کی مجھے خبر نہیں اس کے بارے میں کیا جانوں! غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔"

امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: "صفین کی جنگ میں تم نے حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھیوں کو میرے خلاف جنگ پر ابھارا تھا اور انہیں اپنے پرجوش خطاب سے غیرت دلا رہی تھیں اور تم ہی وہ عورت ہو جس کی چرب زبانی نے نہ جانے کتنے بزدلوں کو ہمت و شجاعت سے بہرہ ور کر دیا جو میرے خلاف اندھا دھند تلواریں چلانے لگیں تمہیں یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا کہ سورج کی تابناک روشنی میں چراغ کی کوئی اہمیت نہیں اور چاند کا مقابلہ تارے نہیں کر سکتے۔ اس لئے اب تم مردانہ وار لڑو، صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو، اسی میں تمہاری سربلندی ہے، جیو تو شان سے، مرو تو شان سے!! اور جان لو۔

"إِنَّ خِضَابَ النِّسَآءِ الْحِنَّآءُ وَخِضَابُ الرِّجَالِ الدِّمَآءُ"

تَرْجَمَہ: "عورتوں کا خضاب مہندی ہے جبکہ مردوں کا خضاب خون ہے!!"

پھر امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: "زرقا! میں نے تمہارے حوالے سے جو کچھ کہا ہے کیا یہ سچ نہیں ہے؟"

زرقاء بنت عدی نے اثبات میں جواب دیا۔

امیر معاویہ کہنے لگے: ''لَقَدْ شَارَكْتِ عَلِيًّا فِيْ كُلِّ دَمٍ سَفَكَهُ''
''گویا کہ تم ہر اُس خون میں علی کی شریک ہو جو انہوں نے بہایا ہے۔''

زرقاء بنت عدی نے جواب دیا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کی بات کو شرف قبولیت سے نوازے کیونکہ یہ میرے لئے بشارت سے کم نہیں۔ بلاشبہ میں حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ تھی اور ان کی طرف سے بہائے گئے ہر ایک خون میں میری شرکت میرے لئے قابل فخر ہے۔ آپ کا شکریہ جو آپ نے مجھے اس خوش خبری سے نوازا!!

امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس عورت کی ہمت وشجاعت اور بے خوفی وبے باکی کو دیکھ کر ہنس پڑے اور کہنے لگے:

''وَاللّٰهِ لَوَفَاؤُكُمْ بَعْدَ مَوْتِهِ أَعْجَبُ عِنْدِيْ مِنْ حُبِّكُمْ لَهُ فِيْ حَيَاتِهِ ط''

تَرجَمَہ: ''اللہ کی قسم! حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی موت کے بعد تم لوگ ان کے ساتھ جو بے انتہا وفاداری کا ثبوت پیش کر رہے ہو، مجھے یہ بات ان کی زندگی میں تمہاری محبت سے زیادہ تعجب خیز لگ رہی ہے۔''

پھر امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے کہا: ''تمہاری کوئی ضرورت ہو تو پیش کرو، میں حاضر ہوں۔''

زرقاء بنت عدی کہنے لگیں:

''يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنِّيْ آلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ أَلَّا أَسْأَلَ أَحَدًا أَعَنْتُ عَلَيْهِ أَبَدًا ط''

تَرجَمَہ: ''امیر المؤمنین! میں نے اپنے بارے میں قسم کھا رکھی ہے کہ میں نے جس شخص کے خلاف (میدانِ جنگ میں) کردار ادا کیا ہے اس کے آگے کبھی دستِ سوال نہیں دراز کروں گی۔''

امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ''مجھے چند لوگوں نے آپ کے قتل کا مشورہ دیا ہے۔''

زرقاء کہنے لگی: ''مشورہ دینے والے کم ظرف لوگ ہیں، آپ اگر ان کی بات مان کر مجھے قتل کر دیں گے تو پھر آپ کا شمار بھی ان ہی جیسے لوگوں میں ہوگا۔''

چنانچہ امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے اس عورت کو معاف کر دیا اور خلعت کے ساتھ درہم و دینار سے بھی نوازا۔ مزید اُسے ایک ایسی جاگیر سے نوازا جس سے سالانہ دس ہزار درہم کی آمدنی ہوتی تھی، اور اسے اس کے خاندان والوں کے ساتھ صحیح سلامت کوفہ روانہ کر دیا۔ حاکمِ کوفہ کو خط بھی لکھا کہ اس خاتون اور اس کے خاندان کا خاص خیال رکھا جائے۔ (دیکھئے: من قصص العرب، ۲۳۷، العقد الفرید، ۲/۱۰۶، بلاغات النساء: ۳۷)

(۹۲) ماں نے فرمایا، بیٹا حق پر جان دے دو

انسان ایک ہدف متعین کر کے اس کے حصول کی کوشش میں تن من دھن کی بازی لگا دیتا ہے اور خاص طور پر جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ جس ہدف کے حصول میں کوشاں ہے وہی ہدف صحیح ڈگر پر لے جانے والا ہے اور اس کے مقابل جو بھی اہداف ہیں وہ سیدھے راستے سے ہٹانے والے ہیں تو پھر وہ اپنے مقصد کے حصول میں جان کی بازی لگانے سے بھی چنداں دریغ نہیں کرتا، خواہ اس کی راہ میں مضبوط سے مضبوط چٹان کیوں نہ حائل ہو، وہ اس چٹان کو چکنا چور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ یہی عزم واستقلال حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اندر بھی تھا، انہوں نے جس بات کو حق سمجھا اس کے لئے زندگی کی آخری سانس تک لڑتے رہے، اور ان کے اندر یہ جوش وجذبہ پیدا کرنے والی ان کی بہادر ماں سیدہ اسماء

بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں اس کے سپہ سالار حجاج بن یوسف کے لشکر نے خلافت کے دعویدار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حرم مکہ میں محصور کر رکھا تھا اور ان کے اپنے بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ وقت کی گردش ان کے خلاف ہے، لوگوں کی اکثریت ان کے مشن کی مخالف ہوگئی ہے اور لوگوں کی نگاہ میں ان کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی ہے تو انہیں اپنی بے بسی محسوس ہوئی، چنانچہ وہ اپنی والدہ سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: امی جان! آپ دیکھ رہی ہیں کہ مجھے چاروں طرف کے لوگوں نے نظر انداز کر دیا ہے، اور تو اور میرے بیوی بچے بھی میرے مشن کے خلاف ہیں، ان کی نگاہ میں بھی میری کوئی وقعت نہیں ہے۔ اب معدودے چند لوگ ہی میرا ساتھ دینے کے لئے رہ گئے ہیں وہ بھی اس قدر کمزور ہیں کہ چند لمحے بھی مخالف گروہ کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے۔ اگر آج میں اپنے مشن سے دستبردار ہو جاؤں تو مجھے معاشرے میں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا، میں ساری بے رُخ نگاہوں کی توجہ کا مرکز بن جاؤں گا، دنیاوی مال و متاع سے مالا مال کر دیا جاؤں گا اور میرے جانی دشمن میرے غمگسار و ہمدم بن جائیں گے، پھر ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ امی جان! اس وقت میں زندگی اور موت کی کشمکش میں سانس لے رہا ہوں، مجھے آگے قدم بڑھانے کے لئے آپ کا مشورہ درکار ہے۔"

سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹے کی دردانگیز گفتگو سن کر کہنے لگیں: جانِ من! تم اپنے متعلق جتنا کچھ جانتے ہو کوئی دوسرا اس قدر نہیں جان سکتا، اگر تمہیں اپنے طور پر کلی اطمینان ہے کہ تم جس بات کی طرف دعوت دے رہے ہو، اس میں حق پر ہو اور تمہارے مقابل ناحق پر، تو پھر اپنی دعوت سے باز مت آؤ اور قدم آگے کی جانب بڑھاتے چلے جاؤ۔ پست ہمتی کا ثبوت ہرگز نہ دو اور اپنی گردن کو اتنی ڈھیل مت دو کہ بنواُمیہ کے بچے تمہارے سر سے کھلواڑ کریں۔ اور اگر تم یہ سب کچھ دنیاوی مال و متاع کے لالچ میں کر رہے تھے تو پھر تم ایک بدترین آدمی ہو تم نے خود کو اور اپنے ساتھیوں کو تباہ و برباد کر ڈالا اور تمہارے جو ساتھی قتل کر دیئے گئے ہیں ان کے قتل کے ذمہ دار تم اور صرف تم ہو۔ اور اگر تمہاری رائے یہ ہے کہ تم حق پر تھے مگر جب تمہارا ساتھ دینے والے کمزور پڑ گئے تو تم نے بھی ہمت ہار کر سر تسلیم خم کر دیا تو پھر یہ آزاد لوگوں کی شان نہیں اور نہ ہی اہل دین کا شیوہ۔ آخر اس دنیا میں تمہاری زندگی ہے ہی کتنی؟ ذلت کے ساتھ زندہ رہنے سے عزت کے ساتھ قتل ہو جانا کہیں بہتر ہے:

"وَاللّٰهِ لَضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ فِيْ عِزٍّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ ضَرْبَةٍ بِسَوْطٍ فِيْ ذُلٍّ"

ترجمہ: "اللہ کی قسم! عزت و شان میں تلوار کی ضرب کھانا مجھے ذلت و رسوائی کی حالت میں کوڑا کھانے سے زیادہ محبوب ہے۔"

ماں کی یہ ایمان افروز تقریر سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"إِنِّيْ أَخَافُ إِنْ قَتَلُوْنِيْ أَنْ يُمَثِّلُوْنِيْ"

ترجمہ: "مجھے خدشہ ہے کہ اگر میرے دشمن مجھے قتل کر دیں گے تو میرا مثلہ کریں گے۔"

(مثلہ کہتے ہیں میت یا مقتول کے کان، ناک، آنکھ یا ہاتھ وغیرہ اعضائے جسمانی کو بری طرح کاٹنے اور مسخ کرنے کو)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

"يَا بُنَيَّ إِنَّ الشَّاةَ لَا يَضُرُّهَا سَلْخُهَا بَعْدَ ذَبْحِهَا."

ترجمہ: ''بیٹے! بکری کے ذبح ہونے کے بعد اس کی چمڑی اُدھیڑنا اس کے لئے کسی تکلیف کا باعث نہیں ہوتا (اس لئے قتل کے بعد تمہاری لاش کی جتنی بھی بے حرمتی ہو، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی)۔''

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آگے بڑھے اور اپنی ماں کے سر کا بوسہ لیا اور کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! یہی میری رائے بھی ہے۔ جس دعوت کا علم میں نے بلند کیا تھا آج تک اسی کی سر بلندی کے لئے کوشاں ہوں، میں نے کبھی دنیا کو حسن نگاہ سے نہیں دیکھا ہے اور نہ آج دنیوی حرص وطمع کی میرے اندر گنجائش ہے۔''

''وَمَا دَعَانِیْ اِلَی الْخُرُوْجِ اِلَّا الْغَضَبُ أَنِ اللّٰهُ تُسْتَحَلُّ حُرُمَةُ''

ترجمہ: ''میں نے وقت کے حکمرانوں کے خلاف جو جنگ چھیڑ رکھی ہے اس کا سبب میری دینی حمیت ہے، کیونکہ ان کے دور میں اللہ تعالیٰ کی محرمات کی پامالی ہو رہی ہے اور انہیں جائز ٹھہرالیا گیا ہے۔''

پھر بولے: ''امی جان! میں نے اپنے مشن سے متعلق آپ کی رائے لے لینا مناسب سمجھا، الحمد للہ آپ کی ایمان افروز گفتگو نے میری بصیرت میں مزید اضافہ کر دیا۔ امی جان! آج ہی میں قتل ہونے والا ہوں، میرے قتل پر غمزدہ نہ ہونا اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دینا کیونکہ آپ کے اس صاحبزادے نے کبھی کسی منکر و ناجائز کام کے کرنے کا ارادہ تک نہیں کیا اور نہ کسی غلط اور اخلاق سے گری ہوئی بات میں ملوث ہوا۔ میں نے اللہ کی سلطنت میں کبھی ظلم واستبداد کو نہیں سراہا، امن وامان کا جھانسا دے کر کسی پر دست درازی نہیں کی، کسی مسلمان یا غیر مسلم پر زیادتی کو روا نہیں رکھا۔ میرے اعمال کی طرف سے ظلم و زیادتی کی جب بھی مجھے شکایت ملی، میں نے مظلوموں کی بھرپور تائید کی اور ان کے حقوق دلوائے۔ میں نے کبھی رضائے الٰہی پر اپنی خواہش کو ترجیح نہیں دی۔ بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھا۔

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَآ اَقُوْلُ هٰذَا تَزْكِيَةً مِّنِّیْ لِنَفْسِیْ ط اَنْتَ اَعْلَمُ بِیْ وَلٰكِنْ أَقُوْلُهٗ تَعْزِيَةً لِاُمِّیْ لِتَسْلُوَ عَنِّیْ ط''

ترجمہ: ''اے اللہ! یہ سب باتیں میں اپنی ذات کے تزکیہ کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس سے تو بخوبی واقف ہے، بلکہ میں یہ سب کچھ اپنی ماں کو تسلی دینے کے لئے کہہ رہا ہوں تاکہ وہ مجھے پہنچنے والی مصیبت کو بھول جائے۔''

یہ تعزیت بھرے الفاظ سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدہ کہنے لگیں:

''اِنِّیْ لَاَرْجُوْا مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّكُوْنَ عَزَآئِیْ فِيْكَ حَسَنًا اِنْ تَقَدَّمْتَنِیْ وَ اِنْ تَقَدَّمْتُكَ فَفِیْ نَفْسِیْ حَرَجٌ حَتّٰی أَنْظُرَ اِلٰی مَا يَصِيْرُ أَمْرُكَ ط''

ترجمہ: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اگر تم مجھ سے پہلے اللہ کے پاس چلے گئے تو تمہارے بارے میں میری تعزیت اچھی ہوگی، البتہ اگر میں تم سے پہلے انتقال کر گئی تو میرے دل میں یہ خلش باقی رہے گی کہ میں تمہارے مشن کا انجام نہ دیکھ سکی۔''

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی ماں سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے ان کے پاس سے روانہ ہو گئے اور اسی روز انہیں حجاج بن یوسف اور اس کے ساتھیوں نے شہید کر دیا۔

(دیکھئے تاریخ طبری، ۶/ ۱۸۸، بلاغات النساء ۱۳۰، العقد الفرید ۴/ ۴۱۷، قصص العرب ۲/ ۱۳۲)

(۹۳) آپ ﷺ کے زمانہ میں دو عورتوں میں جھگڑا ہو گیا

نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں دو عورتوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ان میں سے ایک حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ ربیع بنت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جنہوں نے دوسری عورت کا دانت توڑ دیا تھا۔ جب یہ مقدمہ بارگاہِ نبوت میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَلْقِصَاصُ اَلْقِصَاصُ"

ترجمہ: "کتاب اللہ کے فیصلے کے مطابق دانت کے بدلہ میں دانت ہی توڑا جائے گا۔"

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور بعد میں انہوں نے حمیتِ اسلامی سے سرشار ہو کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا:

"وَاللّٰہِ! لَئِنْ اَشْھَدَنِی اللّٰہُ قِتَالَ الْمُشْرِکِیْنَ لَیَرَیَنَّ اللّٰہُ مَآ أَصْنَعُ."

ترجمہ: "اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین سے جنگ کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ خود دیکھے گا کہ میں کیسے کارنامے انجام دیتا ہوں۔"

چنانچہ غزوۂ اُحد میں بڑی جواں مردی سے کافروں کا مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے، شہادت کے بعد دیکھا گیا تو ان کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسی (۸۰) سے زائد زخم لگے ہوئے تھے اور کافروں نے ان کا اس قدر برے طریقے سے مثلہ کیا تھا کہ ان کی بہن ربیع بنت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں پہچان نہ سکیں، بلکہ ان کی انگلیوں کے پوروں کی مدد سے انہیں پہچانا۔

غرض یہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میری بہن ربیع کا دانت توڑ دیا جائے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نَعَمْ، کِتَابُ اللّٰہِ" ہاں کتاب اللہ کا یہی فیصلہ ہے۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میری ہمشیرہ کا دانت نہیں ٹوٹے گا! آخر یہ قسم کیسی تھی؟ کیا حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرعی حکم پر اعتراض کیا تھا؟ کیا نبی کریم ﷺ کا فیصلہ قبول نہ تھا؟

ہرگز نہیں! بلکہ انہوں نے یہ قسم اس لئے کھائی کہ انہیں اللہ کی ذات سے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو رائیگاں نہیں جانے دے گا، بلکہ ضرور کوئی دوسری صورت پیدا فرما دے گا، وہ اپنے رب ذوالجلال سے دعا کر رہے تھے۔

چنانچہ جب انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھا لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس (زخمی) عورت کے گھر والوں کے پاس جاؤ، اگر وہ لوگ تاوان پر راضی ہو جائیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔"

لوگ اس زخمی عورت کے گھر والوں کے پاس گئے، ان لوگوں نے تاوان پر رضامندی ظاہر کر دی، حالانکہ اس سے پہلے وہ راضی نہیں ہو رہے تھے بلکہ وہ ربیع بنت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دانت توڑنے پر مصر تھے۔

رسول اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ چھا گئی اور آپ انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھٹے ہوئے کپڑے اور ان کے دبلے پتلے جسم کی طرف دیکھنے لگے، پھر فرمایا:

"اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ مَنْ لَّوْ أَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَأَبَرَّہٗ"

ترجمہ: ''اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ (کے بھروسہ) پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتے ہیں۔'' (بخاری، ۲۷۰۳، مسند احمد ۳/۱۲۸)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص تھی ابو زناد سے مروی ہے کہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص تھی جو انہوں نے اپنے عظیم بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کر دی تھی مگر جب انہیں مخالفین نے قتل کر دیا تو اس عظیم سانحہ کے باعث وہ قمیص گم ہوگئی۔ اس حادثہ کے بعد بسا اوقات حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی تھیں:

''لَلْقَمِیْصُ أَشَدُّ عَلَیَّ مِنْ قَتْلِ عَبْدِاللّٰهِ''

ترجمہ: ''میرے لخت جگر عبداللہ کا قتل اس قدر تکلیف کا باعث نہیں جتنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے گم ہو جانے سے مجھے تکلیف ہوئی۔''

کچھ عرصہ بعد ملکِ شام کے ایک شخص کے متعلق پتہ چلا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ قمیص اس شامی کے پاس ہے۔ جب قمیص کے متعلق حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حزن و ملال کا اس شامی کو علم ہوا تو اس نے قمیص کو لوٹانے کے لئے شرط عائد کر دی کہ سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعائے مغفرت کریں، چنانچہ وہ کہنے لگا:

''لَا اَرُدُّهٗ اَوْ تَسْتَغْفِرَ لِیْ اَسْمَآءُ''

ترجمہ: ''میں اس قمیص کو اسی صورت میں لوٹاؤں گا جبکہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کریں۔''

جب یہ بات سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے عرض کیا:

''کَیْفَ أَسْتَغْفِرُ لِقَاتِلِ عَبْدِاللّٰهِ؟''

ترجمہ: ''بھلا اپنے لخت جگر عبداللہ کے قاتل کے لئے میں کیوں کر دُعائے استغفار کر سکتی ہوں؟''

لوگوں نے سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ جب تک آپ اس شامی کے حق میں دعائے استغفار کے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہاتھ دراز نہیں کریں گی وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص واپس کرنے سے انکاری ہے جس کی واپسی کی آپ خواہاں ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: شامی کو میرے پاس آنے کے لئے کہو۔

چنانچہ وہ شامی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص لے کر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت اس کے ہمراہ عبداللہ بن عروہ بھی موجود تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شامی سے کہا: قمیص عبداللہ بن عروہ کے حوالے کر دو۔ شامی نے قمیص عبداللہ بن عروہ کے حوالے کر دی تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا: عبداللہ قمیص حاصل کر لی؟ عبداللہ بن عروہ نے عرض کیا، ہاں۔ تب حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں: ''غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ یَا عَبْدَاللّٰهِ'' ''عبداللہ! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔''

شامی نے سمجھا کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ''عبداللہ'' کہہ کر اُس کے لئے مغفرت کی دعا کی ہے، حالانکہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ سے عبداللہ بن عروہ مراد لیا اور کنایہ میں انہی کو دعا دے گئیں مگر شامی نہیں سمجھ سکا!

(فراسۃ المؤمن، ۱۴۱، ابراہیم الحازمی)

(۹۴) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عجیب دل ہلانے والی نصیحت کی

ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو سنو! لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ "تمہیں شرم نہیں آتی تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم نہیں کھا سکتے، تم نے وہ مکانات بنانے شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے، تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے، تم سے اگلے لوگوں نے بھی دولتیں جمع جتھا کر کے سنبھال کر رکھی تھیں بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے، بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکہ میں رہ گئے، ان کی پونجی برباد ہوگئی، اُن کے مکانات اور بستیاں اُجڑ گئیں، عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک اُن کے گھوڑے اور اُونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۱)

(۹۵) شیطان ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے

اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرا رہا ہے اور اپنے تقویٰ کا حکم فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے: اُس دن باپ اپنے بچے کے یا بچہ اپنے باپ کے کچھ کام نہ آئے گا، ایک دوسرے کا فدیہ نہ ہو سکے گا، تم دنیا پر اعتماد نہ کر لو اور دارِ آخرت کو فراموش نہ کر جاؤ، شیطان کے فریب میں نہ آ جاؤ، وہ تو صرف ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے، عزیر علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی تکلیف ملاحظہ کی اور غم و رنج بہت بڑھ گیا، نیند اچاٹ ہو گئی تو اپنے رب تعالیٰ کی طرف جھک پڑے۔ فرماتے ہیں، میں نے نہایت تضرع و زاری کی، خوب رویا گڑگڑایا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، دعائیں مانگیں۔ ایک مرتبہ رو رو کر تضرع کر رہا تھا کہ میرے سامنے ایک فرشتہ آ گیا، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا نیک لوگ بروں کی شفاعت کریں گے؟ یا باپ بیٹوں کے کام آئیں گے؟ اس نے فرمایا، قیامت کا دن جھگڑوں کے فیصلوں کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ خود سامنے ہوگا، کوئی بغیر اس کی اجازت کے لب نہ ہلا سکے گا، کسی کو دوسرے کے بارے میں نہ پکڑا جائے گا، نہ باپ بیٹے کے بدلے نہ بیٹا باپ کے بدلے نہ بھائی بھائی کے بدلے، نہ غلام آقا کے بدلے، نہ کوئی کسی کا رنج و غم کرے گا نہ کسی کو کسی سے شفقت و محبت ہوگی۔ نہ ایک دوسرے کی طرف سے پکڑا جائے گا، ہر شخص آپا دھاپی میں ہوگا، ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا، ہر ایک کو اپنا رونا پڑا ہوگا، ہر ایک اپنا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا نہ کسی اور کا۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۴ صفحہ ۱۹۹)

(۹۶) مندرجہ ذیل گیارہ (۱۱) آیتوں پر جو جم گیا وہ جنتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب و غریب دُعاء

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْعَادُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: ''یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں، جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔''

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ﴾

(سورة المؤمنون، آیت: ۱ تا ۱۱)

ترجمہ: ''جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں، یہی وارث ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

نسائی، ترمذی، مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی اترتی تو ایک ایسی میٹھی میٹھی بھینی بھینی ہلکی ہلکی سی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سنی جاتی جیسے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی بھنبھناہٹ کی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد جب وحی اتر چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ ''خدایا! تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر ہمارا اکرام کر اہانت نہ کر، ہمیں انعام عطا فرما محروم نہ رکھ، ہمیں دوسروں پر اختیار کر لے ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما، ہم سے تو خوش ہو جا اور ہمیں خوش کر دے۔'' عربی کے الفاظ یہ ہیں:

''اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَکْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَیْنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَرْضِنَا ط''

پھر فرمایا، مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں جو ان پر جم گیا وہ جنتی ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۴۶)

۹۷ نافرمان بیوی کے لئے ایک مجرب عمل

سوال: میں آج کل بہت پریشان ہوں، میری اہلیہ میری کوئی بات نہیں مانتی ہے، میرے والدین، بھائی، بہن سب ہی سے لڑائی کرتی ہے اور ان سب کے ساتھ مجھے قتل کی بھی دھمکی دیتی ہے۔ میں ہر ممکن کوشش سمجھانے کی کر چکا ہوں، اس سے علیحدہ بھی رہ چکا ہوں، اس کے والدین بجائے اس کو سمجھانے کے اس کی ہمت افزائی کرتے ہیں جن سے وہ اور بھی زیادہ شوخ چشم بن گئی ہے۔ آپ اس کے لئے دعا فرمانے کے ساتھ کوئی تدبیر ایسی بتائیں کہ میں اس مصیبت و پریشانی سے نجات پا سکوں۔

جواب: آپ کے پریشان کن حالات سے بہت قلق ہے، جو عادت لگ جاتی ہے اس کا چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ صبر و تحمل کی ضرورت ہے۔ آپ اس کو سمجھاتے ہیں اس کے اقوال و اعمال سے خوش نہیں ہیں پھر بھی وہ باز نہیں آتی۔ اس کا گناہ آپ کے سر نہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد ''یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ یَا خَالِقَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ یَا عَزِیْزُ یَا لَطِیْفُ یَا غَفَّارُ'' (دو سو مرتبہ، اول و آخر درود شریف گیارہ مرتبہ پابندی سے پڑھا کریں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے)۔

(۹۸) جس کی اصلاح مشائخ سے نہیں ہوتی اُس کی اصلاح نافرمان بیوی سے ہوتی ہے

سؤال: حضرت! میری بیوی بہت پریشان کررہی ہے، میکے میں ہی رہتی ہے، بات بات پر غصہ ناراضگی، گھر میں جوان بچے پھر بھی ہر وقت اپنے میکے چلے جانا، ہر طرح سے پریشان کررکھا ہے، اس کو طلاق رجعی دینے کا ارادہ کرلیا ہے۔

جواب: آپ بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ ہرگز نہ کریں کہ ابغض المباحات ہے۔ آپ کو بھی دشواری پیش آئے گی اس کو بھی۔ جس کی اصلاح مشائخ سے نہیں ہوتی اس کی اصلاح بیوی سے ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ شریف مرد پر اس کی بیوی حاوی رہتی ہے اور کمینہ مرد اپنی بیوی پر حاوی رہتا ہے، میں شریف ہوکر اس حال میں رہوں کہ میری بیویاں حاوی رہیں مجھے پسند ہے اس سے کہ میں کمینہ بن کر بیویوں پر حاوی رہوں، جب سسرال قریب ہے تو آپ وہاں ہوکر آیا کریں بیوی اگرچہ اپنے دل میں ناخوش رہے مگر آپ اس سے ناخوش نہ ہوں بلکہ اس سے کہہ دیں کہ میری طرف سے اجازت ہے جب تک جی چاہے آٹھ روز، دس روز اپنے میکہ میں رہو۔ ناراضگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ اس سے بہت سی اُلجھنیں دور ہوجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ قلب میں صلاحیت پیدا فرمائے۔

(۹۹) خواب میں کسی کے سر پر تاج رکھ دیا جائے تو وہ بادشاہ نہیں بن جاتا

سؤال: حضرت! رات میں کبھی خواب دیکھتا ہوں کہ ساری جائیداد میرے ملک کی میرے قبضہ میں آچکی ہے اور میں اس ملک کا بادشاہ بن چکا ہوں۔ کبھی دیکھتا ہوں کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اور پبلک میرے پیچھے پیچھے چل رہی ہے، کبھی دیکھتا ہوں کہ میں ایک بڑے دسترخوان پر جس پر عجیب قسم کی میواجات چیزیں ہیں، اس میں سے کھا رہا ہوں، کبھی ڈراؤنے خواب دیکھتا ہوں کہ میرے پیچھے ایک کالا سانپ دوڑ رہا ہے اور میں اس کے آگے دوڑ رہا ہوں مگر دل کی گھبراہٹ نے مجھے دوڑنے نہیں دیا اور سانپ کا نوالہ بننے کے قریب کردیا۔ برائے کرم جواب دے کر تسلی دیجئے۔

جواب: دیکھئے بھائی! اولاً تو ہر خواب کی تعبیر کی جستجو نہ کیجئے، خواب چند وجوہات کی بنا پر آدمی دیکھتا ہے۔

1. خواب دماغی انتشار اور ماحول کے اثرات سے کم خالی ہوتے ہیں۔
2. خزانہ خیال میں کبھی کبھی دیکھی ہوئی چیزیں پڑی رہتی ہیں، قوت متصرفہ ان کو جمع کردیتی ہے۔
3. معدے سے بخارات اٹھ کر دماغ کی طرف عود کرتے ہیں تو اس سے بکثرت خواب نظر آتے ہیں۔
4. مزاجی کیفیت سوداء، صفراء، دم، بلغم کی وجہ سے بکثرت خواب نظر آتے ہیں۔
5. نفس کی خواہشات کو خواب میں بڑا دخل ہوتا ہے۔
6. شیطان حسد کرکے پریشان کن خواب دکھلاتا ہے۔
7. خواب بسا اوقات تمثیل ہوتا ہے اور کبھی عین ہوتا ہے۔

اس لئے ہر خواب کی تعبیر تلاش کرنا اور ہر خواب کی تعبیر کے درپے نہیں ہونا چاہئے، اگر کوئی بھوکا پیاسا آدمی خواب میں روٹی کھالے، پانی پی لے تو اس سے بھوک اور پیاس رفع نہیں ہوجاتی۔ خواب میں کسی کے سر پر تاج رکھ دیا جائے تو وہ بادشاہ نہیں بن جاتا، اچھا خواب نظر آئے تو اس پر الحمدللہ پڑھ لیا جائے اور برا خواب نظر آئے تو لاحول اور استغفار پڑھ دیا جائے۔ آپ کو اگر موقع ہو تو یہاں تشریف لے آئیے، زبانی فہمائش اچھی طرح کردی جاتی ہے، امید تو یہ ہے کہ آپ کے چار صفحات

گنجان کے جواب میں یہ سطریں بھی کافی ہو جائیں گی۔

اللہ کی رضا کا طالب...... محمد یونس پالنپوری

(۱۰۰) معاف کر دینے والا بآرام میٹھی نیند سو جاتا ہے اور بدلے کی دھن والا دن رات متفکر رہتا ہے اور توڑ جوڑ سوچتا ہے

سنو معاف کر دینے والا تو بآرام میٹھی نیند سو جاتا ہے، اور بدلے کی دھن والا رات دن متفکر رہتا ہے اور توڑ جوڑ سوچتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف فرما تھے، آپ مسکرانے لگے، حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش تھے لیکن جب اس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ مجھے برا کہتا رہا تو آپ بیٹھے رہے، سنتے رہے، اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراضی سے اٹھ چلے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سنو جب تک تم خاموش تھے، فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم خود بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا۔ پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہتا؟ پھر فرمایا، سنو ابوبکر! تین چیزیں بالکل برحق ہیں۔

(۱) جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔

(۲) جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائے گا۔

(۳) اور جو شخص بڑھانے کے لئے سوال کا دروازہ کھول لے گا اِس سے اُس سے مانگتا پھرے گا اللہ تعالیٰ اس کے یہاں بے برکتی کر دے گا اور کمی میں ہی وہ مبتلا رکھے گا۔ یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۲۳)

(۱۰۱) معاف کرنے میں جو لذت ہے، بدلہ لینے میں نہیں ہے

(۱) نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر قابو فرما کر، فرما دیا کہ جاؤ تمہیں میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دعا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی تمہیں معاف فرما دے۔

(۲) اور جیسے کہ سردار انبیاء رسولِ خدا، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کیا جب کہ اسی (۸۰) کفار غفلت کا موقع ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے، جب یہ پکڑ لئے گئے اور گرفتار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا۔

(۳) اور جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غورث بن حارث کو معاف کر دیا۔ یہ وہ شخص ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے ہوئے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پر قبضہ کر لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور اسے ڈانٹا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور

آپ ﷺ نے تلوار لے لی، اور وہ مجرم گردن جھکائے، آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا کر یہ منظر بھی دکھایا اور یہ بھی سنایا پھر اسے معاف فرما دیا اور جانے دیا۔

۴ اسی طرح لبید بن اعصم نے جب آپ ﷺ پر جادو کیا تو باوجود علم وقدرت کے آپ ﷺ نے اس سے درگزر فرمالیا۔

۵ اور اسی طرح جس یہودیہ عورت نے آپ ﷺ کو زہر دیا تھا، آپ ﷺ نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا۔ اور باوجود قابو پانے اور معلوم ہو جانے کے بھی آپ ﷺ نے اتنے بڑے واقعہ کو آنا جانا کر دیا۔ اس عورت کا نام زینب تھا۔ یہ مرحب یہودی کی بہن تھی جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بکری کے شانے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا۔ خود شانے ہی نے آنحضرت ﷺ کو اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دی تھی جب آپ ﷺ نے اسے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو یہ آپ ﷺ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا، اگر آپ ﷺ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ سے راحت حاصل ہو جائے گی۔ یہ معلوم ہو جانے پر اور اس کے اقبال کر لینے پر بھی خدا تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، معاف فرما دیا، گو بعد میں وہ قتل کر دی گئی، اس لئے کہ اسی زہر سے اور اسی زہریلے کھانے سے حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے، تب قصاصاً یہ یہودیہ عورت بھی قتل کرائی گئی اور بھی حضور ﷺ کے ایسے واقعات بہت سے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۲۱)

(۱۰۲) اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے خوب خوش ہوتا ہے

صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی اونٹنی جنگل بیابان میں گم ہو گئی ہو جس پر اس کا کھانا پینا بھی ہو یہ اس کی جستجو کر کے عاجز آ کر درخت تلے پڑا رہا اور اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا، اونٹنی سے بالکل مایوس ہو گیا کہ یکا یک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹنی اس کے پاس ہی کھڑی ہے یہ فوراً ہی اٹھ بیٹھتا ہے، اس کی نکیل تھام لیتا ہے اور اس قدر خوش ہوتا ہے کہ بے تحاشہ اس کی زبان سے نکل جاتا ہے کہ یا اللہ! بے شک تو میرا غلام ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ اپنی خوشی کی وجہ سے خطا کر جاتا ہے۔ ایک مختصر حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس کو بھی نہیں ہوتی جو ایسی جگہ میں ہو جہاں پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہو اور وہیں اس کی سواری کا جانور گم ہو گیا ہو جو اسے دفعۃً مل جائے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵، صفحہ ۱۶)

(۱۰۳) آخرت کی بھلائیاں صرف ان کے لئے ہیں جو دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے رہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مال کو میرا فضل اور میری رضا مندی کی دلیل جان کر مالداروں کے مثل بن جائیں تو میں کفار کو یہ دنیائے حقیر اتنی دیتا کہ ان کے گھر کی چھتیں بلکہ ان کے کوٹھوں کی سیڑھیاں بھی چاندی کی ہوتیں جن کے ذریعے یہ بالا خانوں پر پہنچتے اور ان کے دروازے ان کے بیٹھنے کے تخت بھی چاندی کے ہوتے اور سونے کے

بھی۔ میرے نزدیک دنیا کوئی قدر کی چیز نہیں یہ فانی ہے زائل ہونے والی ہے اور ساری مل جائے جب بھی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ان لوگوں کی اچھائیوں کے بدلے انہیں یہیں مل جاتے ہیں، کھانے پینے، رہنے سہنے، برتنے برتانے میں کچھ سہولتیں بہم پہنچ جاتی ہیں، آخرت میں تو محض خالی ہاتھ ہوں گے۔ ایک نیکی باقی نہ ہوگی جو خدا تعالیٰ سے کچھ حاصل کر سکیں، جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے اور حدیث میں ہے کہ اگر دنیا کی قدر خدا تعالیٰ کے یہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو یہاں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا، پھر فرمایا آخرت کی بھلائیاں صرف ان کے لئے ہیں، جو دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے رہے، ڈرڈر کر زندگی گزارتے رہے۔ وہاں رب تعالیٰ کی خاص نعمتیں اور مخصوص رحمتیں جو انہیں ملیں گی ان میں کوئی اور ان کا شریک نہ ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالاخانے میں گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کر رکھا تھا، تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر نمایاں ہیں۔ تو رو دیئے اور کہا یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ کس آن بان اور کس شان و شوکت سے زندگی گزار رہے ہیں اور آپ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیارے رسول ہو کر کس حال میں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا تو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے یا فوراً تکیہ چھوڑ دیا اور فرمانے لگے، اے ابن خطاب! کیا تو شک میں ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں جلدی سے انہیں مل گئیں، ایک اور روایت میں ہے کہ کیا تو اس سے خوش نہیں کہ انہیں دنیا ملے اور ہمیں آخرت۔ صحیحین وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، سونے چاندی کے برتنوں میں کھاؤ پیو نہیں یہ دنیا میں ان کے لئے ہیں اور آخرت میں ہمارے لئے ہیں اور دنیا میں یہ ان کے لئے یوں ہیں کہ رب تعالیٰ کی نظروں میں دنیا ذلیل وخوار ہے۔ ترمذی وغیرہ کی ایک حسن صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو کسی کافر کو اللہ تعالیٰ ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۳۳)

(۱۰۴) ہر دوستی قیامت کے دن دشمنی سے بدل جائے گی مگر پرہیزگاروں کی دوستی قائم رہے گی

ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، دو (۲) ایمان دار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے، خدایا! فلاں شخص میرا ولی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا تھا، بھلائی کی ہدایت کرتا تھا برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز خدا تعالیٰ سے ملنا ہے، پس اے باری تعالیٰ! تو اسے راہِ حق پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھائے جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی تو اسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کے لئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو بہت ہنستا اور بالکل آزردہ نہ ہوتا۔ پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو۔ پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۴۱)

⑩⑤ سب سے نیچے درجہ کا جنتی اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جائے گی

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے نیچے درجہ کا جنتی جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اس کی نگاہ سو (۱۰۰) سال کے راستے تک جاتی ہوگی لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ڈیرے، خیمے اور محل سونے کے اور زمرد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز و سامان سے پر ہوں گے۔ صبح شام ستر ستر ہزار رکابیاں پیالے الگ الگ وضع کے کھانے سے پر اس کے سامنے رکھے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابق ہوگا اور اول سے آخر تک اس کی اشتہا برابر اور یکساں رہے گی، اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کر دے تو سب کو کفایت ہو جائے اور کچھ نہ گھٹے۔ (عبدالرزاق)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا ہوتا، چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہی چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ مسند احمد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں سب سے ادنیٰ مرتبہ کے جنتی کے بالا خانے کی سات منزلیں ہوں گی، یہ چھٹی منزل میں ہوگا اور اس کے اوپر ساتویں ہوگی۔ اس کے تیس خادم ہوں گے جو صبح شام تین سو سونے کے برتنوں میں اس کے لئے طعام و شراب پیش کریں گے، ہر ایک میں الگ الگ قسم کا عجیب و غریب اور نہایت لذیذ کھانا ہوگا۔ اول سے آخر تک اسے کھانے کی اشتہا ویسی ہی رہے گی۔ اسی طرح تین سو سونے کے پیالوں اور کٹوروں اور گلاسوں میں اسے پینے کی چیزیں دی جائیں گی وہ بھی ایک سے ایک بڑھ کر ہوگی۔ یہ کہے گا کہ خدایا! اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تمام جنتیوں کی دعوت کروں، سب بھی اگر میرے ہاں کھانا کھا جائیں تو بھی میرے کھانے میں کمی نہیں آ سکتی۔ اور اس کی بہتر (۷۲) بیویاں حور عین میں سے ہوں گی۔ اور دنیا کی اور بیویاں الگ ہوں گی۔ ان میں سے ایک ایک میل میل بھر کی جگہ میں بیٹھے گی۔ پھر ساتھ ہی ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتیں بھی ہمیشگی والی ہیں، اور تم بھی یہاں ہمیشہ ہی رہو گے نہ موت آئے نہ گھاٹا آئے، نہ جگہ بدلے، نہ تکلیف پہنچے، پھر ان پر اپنا فضل و احسان بتلایا جاتا ہے کہ تمہارے اعمال کا بدلہ میں نے اپنی وسیع رحمت سے تمہیں یہ دیا ہے کیونکہ کوئی شخص بغیر رحمتِ خدا تعالیٰ کے صرف اپنے اعمال کی بنا پر جنت میں نہیں جا سکتا۔ ہاں البتہ جنت کے درجوں میں تفاوت جو ہوگا وہ نیک اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہوگا (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۴۲)

⑩⑥ آپ ﷺ کی عجیب مناجات

مسند احمد میں ہے احد کے دن جب مشرکین ٹوٹ پڑے تو حضور ﷺ نے فرمایا، درستگی کے ساتھ ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ تو میں اپنے رب عزوجل کی ثنا بیان کروں۔ پس لوگ آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ ط اَللّٰهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ وَلَا هَادِیَ لِمَنْ اَضْلَلْتَ وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ ط اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ

وَالْاَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَآ اَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا ط اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ ط اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلٰهَ الْحَقِّ ط" (نسائی)

تَرجَمۃ: "یعنی تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں تو جسے کشادگی دے اسے کوئی تنگ نہیں کر سکتا تو جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جس سے تو روک لے، اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دے اس سے کوئی باز رکھ نہیں سکتا جسے تو دور کر دے اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں اور جسے تو قریب کر لے اسے دور کرنے والا کوئی نہیں، اے اللہ! ہم پر اپنی برکتیں، رحمتیں، فضل اور رزق کشادہ کر دے، اے اللہ! میں تجھ سے وہ ہمیشگی کی نعمتیں چاہتا ہوں جو نہ اِدھر اُدھر ہوں نہ زائل ہوں، خدایا! فقیری اور احتیاج والے دن مجھے اپنی نعمتیں عطا فرما اور خوف والے دن مجھے امن عطا فرما۔ پروردگار! جو تو نے مجھے دے رکھا ہے، اور جو نہیں دیا ان سب کی برائی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے معبود! ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اسے ہماری نظروں میں زینت دار بنا دے اور کفر، بدکاری اور نافرمانی سے ہمارے دلوں میں دوری اور عداوت پیدا کر دے اور ہمیں راہ یافتہ لوگوں میں کر دے۔ اے رب ہمارے! ہمیں اسلام کی حالت میں فوت کر اور اسلام پر ہی زندہ رکھ۔ اور نیک کار لوگوں سے ملا دے، ہم رسوا نہ ہوں، ہم فتنے میں نہ ڈالے جائیں۔ خدایا! ان کافروں کا ستیاناس کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلائیں اور تیری راہ سے روکیں، تو ان پر اپنی سزا اور اپنا عذاب نازل فرما۔ الٰہی اہل کتاب کے کافروں کو بھی تباہ کر، اے سچے معبود۔"

یہ حدیث امام نسائی بھی اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں لائے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷)

⑩⑦ حق کے مطابق فیصلہ کیجئے، دو فرشتے ساتھ رہیں گے اور آپ کی رہبری کریں گے

حضرت سعید بن مسیب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں، ایک دن مسلمان اور یہودی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس پر اس یہودی نے کہا، اللہ کی قسم! آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حق کا فیصلہ کیا ہے، اس پر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے (خوشی میں ہلکا سا) کوڑا مارا اور فرمایا، تجھے کس طرح پتہ چلا (کہ حق کیا ہوتا ہے) اس پر یہودی نے کہا، اللہ کی قسم! ہمیں تورات میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اسے صحیح راستہ پر چلاتے ہیں اور اسے حق بات کا الہام کرتے ہیں جب تک وہ قاضی حق کا فیصلہ کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ جب وہ یہ عزم چھوڑ دیتا ہے تو دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد ۲ صفحہ ۱۴۴)

⑩⑧ امارت کے خواہش مند اپنی خواہش کے انجام کو سوچیں ہر امیر چاہے اچھا ہو یا برا جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائے گا اور اسے طوق پہنایا جائے گا

حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت بشر بن،

عاصم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہوازن کے صدقات (وصول کرنے پر) عامل مقرر کیا۔ لیکن حضرت بشر (ہوازن کے صدقات وصول کرنے) نہ گئے۔ ان سے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے پوچھا تم (ہوازن) کیوں نہیں گئے؟ کیا ہماری بات کو سننا اور ماننا ضروری نہیں ہے؟ حضرت بشر نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے مسلمانوں کے کسی امر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا، اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہوگا تو وہ نجات پائے گا۔ اور اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہوگی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر (۷۰) برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔ (یہ سن کر) حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت پریشان اور غمگین ہوئے اور وہاں سے چلے گئے، راستہ میں ان کی حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا، کیا بات ہے؟ میں آپ کو پریشان غمگین دیکھ رہا ہوں۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، میں کیوں نہ پریشان اور غمگین ہوں جبکہ میں حضرت بشر بن عاصم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ ارشاد سن چکا ہوں کہ جسے مسلمانوں کے کسی امر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا، اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہوگا تو وہ نجات پالے گا اور اگر اس نے ذمہ اری صحیح طرح ادا نہ کی ہوگی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا۔ اور وہ ستر (۷۰) برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔ اس پر حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، آپ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے یہ حدیث نہیں سنی ہے؟ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، نہیں۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی مسلمان کو ذمہ دار بنائے گا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا، اگر وہ (اس ذمہ دار بنانے میں) ٹھیک ہے تو (دوزخ سے) نجات پائے گا اور اگر وہ اس میں ٹھیک نہیں تھا تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا، اور وہ ستر (۷۰) برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا اور وہ جہنم کالی اور اندھیری ہے۔ (آپ بتائیں کہ) ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کے سننے سے آپ کے دل کو زیادہ تکلیف ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا، دونوں کے سننے سے میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے لیکن جب خلافت میں ایسا زبردست خطرہ ہے تو اسے کون قبول کرے گا؟ حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، اسے وہی قبول کرے گا جس کی ناک کاٹنے کا اور اس کے رخسار کو زمین سے ملانے کا یعنی اسے ذلیل کرنے کا اللہ نے ارادہ کیا ہو، بہرحال ہمارے علم کے مطابق آپ کی خلافت میں خیر ہی خیر ہے، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اس خلافت کا ذمہ دار ایسے شخص کو بنا دیں جو اس میں عدل و انصاف سے کام نہ لے تو آپ بھی اس کے گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۲ صفحہ ۸۰)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، ہر امیر و حاکم خواہ وہ دس ہی آدمیوں کا امیر و حاکم کیوں نہ ہو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی گردن میں طوق ہوگا یہاں تک کہ اس کو اس طوق سے یا تو اس کا عدل نجات دلائے گا یا اس کا ظلم ہلاک کرے گا۔ (دارمی)

مطلب یہ ہے کہ ایک بار تو ہر حاکم کو خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، بارگاہ رب العزت میں باندھ کر لایا جائے گا اور پھر تحقیق کے بعد اگر وہ عادل ثابت ہوا تو اس کو نجات دے دی جائے گی اور اگر ظالم ثابت ہوگا تو ہلاکت یعنی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (مظاہر حق جدید، جلد ۳، صفحہ ۴۳۱)

(١٠٩) شیطان کی تصویر بنا دیجئے

جاحظ ایک بہت معروف ادیب گزرا ہے، اس کا نام ابوعثمان بن بحر بن محبوب تھا، یہ معتزلی تھا، اس کی شکل وصورت بہت ہی بری اور خوفناک تھی، گویا یہ بدصورتی کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھا، اس کا عقیدہ بھی درست نہیں تھا، البتہ علم وفن میں اس کی مثال خال خال ہی نظر آتی ہے۔ اس نے بہت سے علوم سیکھ رکھے تھے، چنانچہ اس نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ غیر معمولی حافظے کا مالک تھا۔ اس کی لکھی ہوئی کتابوں میں دو کتابیں ''کتاب الحیوان'' اور ''البیان والتبیین'' بہت ہی مشہور ہیں۔ اس کے بارے میں یہ بات تاریخ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے کہ:

''لَمْ یَقَعْ بِیَدِهٖ کِتَابٌ قَطُّ اِلَّا اسْتَوْفٰی قِرَاءَ تَهٗ حَتّٰی اِنَّهٗ کَانَ یَکْتَرِیْ دَکَاکِیْنَ الْکُتُبِیِّیْنَ وَیَبِیْتُ فِیْهَا لِلْمُطَالِعَةِ''

تَرجَمَہ: ''جو کتاب بھی اس کے ہاتھ لگتی وہ اسے مکمل پڑھ ڈالتا، بلکہ اس کا شوقِ مطالعہ اس حد تک تھا کہ وہ کتب فروشوں کی دکانیں اجرت پر لے کر رات رات بھر میں مطالعہ کرتا۔''

چہرہ تو اس کا بڑا بدصورت اور بدشکل تھا مگر مستحکم علم نے اسے خوبصورت بنا دیا تھا، آج بھی وہ اپنے علم کے سبب تاریخ و ادب کی کتابوں میں زندہ ہے۔ اس کی بدصورتی کے متعلق ایک واقعہ معروف ہے جو ایک خاتون کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جاحظ کا اپنا بیان ہے:

''مَآ أَخْجَلَتْنِیْ قَطُّ اِلَّا امْرَأَةٌ مَرَّتْ بِیْ اِلٰی صَائِغٍ، فَقَالَتْ لَهٗ: اِعْمَلْ مِثْلَ هٰذَا ط''

تَرجَمَہ: ''مجھے ایک عورت کے سوا کبھی کسی عورت نے رسوا نہیں کیا۔ ہوا یہ کہ وہ عورت مجھے ایک سنار کے پاس لے گئی اور اس سے کہنے لگی: اس کی طرح بنا دو۔''

یہ کہہ کر وہ عورت تو چلی گئی مگر میں حیرت میں پڑ گیا، پھر میں نے زرگر سے پوچھا: یہ عورت تم سے میرے بارے میں کیا کہہ کر چلی گئی؟ زرگر نے جواب دیا:

''هٰذِهِ امْرَأَةٌ أَرَادَتْ أَنْ اَعْمَلَ لَهَا صُوْرَةَ شَیْطَانٍ فَقُلْتُ: لَآ أَدْرِیْ کَیْفَ أُصَوِّرُهٗ، فَأَتَتْ بِكَ اِلَیَّ لِأُصَوِّرَهٗ عَلٰی صُوْرَتِكَ ط''

تَرجَمَہ: ''اس عورت نے (اپنی انگوٹھی پر) مجھ سے شیطان کی تصویر بنانے کی خواہش کی۔ میں نے اس سے کہا کہ جب میں نے کسی شیطان کو دیکھا ہی نہیں ہے تو بھلا اس کی شکل کیسے بنا سکتا ہوں؟ چنانچہ وہ آپ کو میرے پاس لے کر آئی تاکہ آپ کی صورت دیکھ کر اس کے لئے (اس کی انگوٹھی پر) شیطان کی تصویر منقش کروں۔''

(المستطرف: ١/ ٣٨، جاحظ کی سوانح کے لئے دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ١١/ ٥٢٦، معجم الادباء: ٥/ ٢١٠١، البدایہ والنہایہ: ٤/ ٥١٤، دار ہجر)

(١١٠) میاں بیوی کی شکر رنجی اگر ہو تو باوقار ہو

ہر گھر میں بعض اوقات شکر رنجیاں ہو جاتی ہیں۔ میاں بیوی میں بھی کبھی کبھار غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بعض اوقات بیوی خاوند سے ناراض اور بسا اوقات خاوند کو بیوی سے شکوہ۔ کائنات کے سب سے بہترین گھرانے میں بھی بعض اوقات

ایسی شکر رنجیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔ ان کا اظہار کیسے ہوا؟ آیئے ایک حدیث میں پڑھتے ہیں: اس کے مطالعے کے بعد بہت سے امور آپ کے علم میں آئیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

"اِنِّیْ لَأَعْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً وَّاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی"

ترجمہ: "جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے اور جب ناراض ہو جاتی ہو تب بھی میں سمجھ جاتا ہوں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا:

"مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذَالِكَ؛"

ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے یہ سمجھ جاتے ہیں؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أَمَّآ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلِیْنَ" لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ، وَاِذَا کُنْتِ غَضْبٰی قُلْتِ: لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِیْمَ"

ترجمہ: "جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو تو کہتی ہو: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی قسم، اور جب مجھ سے ناخوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم!"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا:

"أَجَلْ وَاللّٰهِ! یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَآ أَهْجُرُ اِلَّا اسْمَكَ." (بخاری، ۵۲۲۸، مسلم ۲۴۳۹)

ترجمہ: "بالکل درست فرمایا آپ نے اے اللہ کے رسول! میں قسم کھاتے وقت صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔"

دیکھیے اظہارِ ناراضی کا کتنا لطیف انداز ہے اور بیوی کے مزاج کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر گہرائی میں جا کر سمجھ لیتے ہیں۔ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بڑے لوگوں کی شکر رنجی کے انداز بھی نرالے اور باوقار ہوتے ہیں۔

(۱۱۱) باندی کی حاضر دماغی سے سیٹھ بچ گیا

مدائنی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زیاد گھڑ سواروں کے ساتھ نکلا۔ گھڑ سواروں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے ساتھ ایک لونڈی بھی تھی۔ وہ لونڈی انتہائی حسین وجمیل تھی۔ گھڑ سواروں نے اس آدمی کو دھمکی آمیز لہجے میں پکارا: اس لونڈی کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس آدمی کے پاس ایک کمان تھی۔ اس نے گھڑ سواروں میں سے ایک آدمی کو دے ماری جس سے کمان کی تانت ٹوٹ گئی اور گھڑ سواروں کو طیش آ گیا۔

چنانچہ اسے پکڑنے کے لئے سارے ہی گھڑ سوار اس پر ٹوٹ پڑے اور اس سے لونڈی کو چھین لیا، وہ آدمی اپنی جان بچا کر ان سے بھاگ نکلا۔ چونکہ گھڑ سواروں کی توجہ کا مرکز لونڈی ہی تھی، اس لئے آدمی سے ان کی توجہ ہٹ گئی۔

گھڑ سواروں میں ایک شخص نے لونڈی کے کان کی بالی کو غور سے دیکھا تو بالی میں ایک بہت ہی نادر اور بیش قیمت موتی

نظر آیا۔ لونڈی کہنے لگی: یہ موتی کوئی بڑی قیمت نہیں رکھتا، اگر تم اس آدمی کی ٹوپی کو کھول کر دیکھتے تو تمہیں اندازہ ہوتا کہ کس قدر بیش قیمت موتی اس نے چھپا رکھے ہیں۔ ان موتیوں کے مقابلے میں تو اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔

یہ سننا تھا کہ سارے گھڑ سوار اس آدمی کے پیچھے دوڑ پڑے اور جب اس کے قریب پہنچے تو باآواز بلند کہنے لگے: جو کچھ تمہاری ٹوپی میں ہے اسے ہمارے حوالے کر دو، ہم تمہاری جان چھوڑ دیں گے۔

اس آدمی کی ٹوپی میں کمان کی ایک تانت تھی، جسے اس نے بطور احتیاط چھپا رکھا تھا، تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئے مگر مارے خوف و دہشت کے اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس کے پاس تانت موجود ہے۔ جس کو کمان پر چڑھا کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ گھڑ سواروں نے جب ٹوپی کے اندر کا سامان طلب کیا تو فوراً اسے یاد آ گیا کہ میں نے تو کمان کی تانت ٹوپی کے اندر چھپا رکھی ہے۔ وہ ہوشیار ہو گیا اور ٹوپی سے تانت نکال کر کمان پر چڑھا لی اور پھر گھڑ سواروں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جب گھڑ سواروں نے اس کی یہ جرات مندانہ کیفیت دیکھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے اور لونڈی کو چھوڑ دیا۔

(المجلۃ العربیہ: ۹۷-۸۵، نساء ذکیات جداً: ۱۱۸)

اس طرح لونڈی کی حاضر دماغی نے ابن زیاد کے آدمیوں کو ناکام کر دیا۔

(۱۱۲) ہر ہر قدم پر سال بھر کے روزے اور سال بھر تہجد کا ثواب لینے کا نبوی نسخہ

سنن اربعہ میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے سے ہی مسجد کی طرف چل دے، پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام سے قریب ہو کر بیٹھے خطبے کو کان لگا کر سنے، لغو نہ کرے تو اسے ہر ہر قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۳۵۷)

(۱۱۳) بچوں کے ساتھ جھوٹا وعدہ کبھی مت کیجئے

مسند احمد اور ابوداود میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کھیل کود کے لئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دے کر کہا ادھر آ کچھ دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا، ہاں حضور کچھ کھجوریں دوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تو خیر، ورنہ یاد رکھو کچھ نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یوں ہی کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب وعدہ کے ساتھ وعدہ کئے ہوئے کی تاکید کا تعلق ہے تو اس وعدے کو وفا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کسی سے کہہ دیا کہ تو نکاح کر لے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا۔ اس نے نکاح کر لیا تو جب تک نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق دیتا رہے اس لئے کہ اس میں آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۳۴۴)

(۱۱۴) دو جمعہ یعنی ایک ہفتے کے گناہ معاف کرانے کا نبوی نسخہ

مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کے خوشبو ملے اگر ہو اور اچھا لباس پہنے، پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے اگر جی چاہے اور کسی کو ایذا نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو

ہٹائے) پھر جب امام آ جائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۳۵۷)

(۱۱۵) اپنے دل کی محراب کو رذائل سے بچائیے

مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا، دیکھو! ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے ہوئے تازہ وضو کر کے آ رہے تھے۔ ڈاڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے، تیسرے دن بھی یہی ہوا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلسِ نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے اور ان انصاری سے کہنے لگے کہ حضرت مجھ میں اور میرے والد میں کچھ تکرار ہو گئی جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہ جاؤں گا، پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے یہاں گزار دوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا، چنانچہ حضرت عبداللہ نے یہ تین راتیں ان کے گھر ان کے ساتھ گزاریں، دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے، صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے اٹھیں، ہاں یہ ضروری بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمۂ خیر کے اور کچھ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا، اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت! دراصل نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی ایسی بات ہوئی تھی، نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادتیں کرتے ہیں جو جیتے جی بہ زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی۔ چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین رات تک آپ کی خدمت میں رہا تا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا، نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا۔ اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتائیے آخر وہ کون سا عمل ہے جس نے آپ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جنتی بتایا؟ آپ نے فرمایا، بس تم میرے اعمال کو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں۔ چنانچہ ان سے رخصت ہو کر چلا تھوڑی دور نکلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا، ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکہ بازی، حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا، میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس اب معلوم ہو گیا، اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۳۱۷)

(۱۱۶) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آیت سن کر مہینہ بھر بیمار رہے

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہر کی دیکھ بھال کے لئے نکلے تو ایک مکان سے

کسی مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی، وہ سورۃ الطور پڑھ رہے تھے۔ آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہوکر قرآن سننے لگے۔ جب وہ آیت ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّالَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾ ترجمہ: ''بے شک تیرے رب کا عذاب ہوکر رہنے والا ہے اسے کوئی روک سکنے والا نہیں'' پر پہنچے تو زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم! سچی ہے۔ پھر اپنے گدھے سے اتر پڑے، اور دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے، چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی، دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش حواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن خدا کے کلام کی اس ڈراؤنی آیت کے اثر سے دل کی کمزوری کی یہ حالت تھی کہ مہینہ بھر تک بیمار پڑے رہے اور ایسے کہ لوگ بیماری پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟

ایک اور روایت میں ہے، آپ کی تلاوت میں ایک مرتبہ یہ مذکورہ آیت آئی، اُسی وقت ہچکی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہوگئے، چنانچہ بیس دن تک عیادت کی جاتی رہی۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۱۸۹)

(۱۱۷) قیامت کے دن آسمان تھرتھرائے گا، پھٹ جائے گا، چکر کھانے لگے گا

قیامت کے دن آسمان تھرتھرائے گا، پھٹ جائے گا، چکر کھانے لگے گا، پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے، ہٹ جائیں گے، اِدھر اُدھر ہوجائیں گے، کانپ کانپ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر پھر ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، آخر روئی کے گالوں کی طرح اِدھر اُدھر اڑ جائیں گے اور بے نام ونشان ہوجائیں گے اس دن ان لوگوں پر جو اس دن کو نہ مانتے تھے ویل وحسرت خرابی اور ہلاکت ہوگی، خدا کا عذاب فرشتوں کی مار، جہنم کی آگ ان کے لئے ہوگی جو دنیا میں مشغول تھے، اور دین کو ایک کھیل تماشہ مقرر کر رکھا تھا، اس دن انہیں دھکے دے کر نار جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور داروغہ جہنم ان سے کہیں گے کہ یہ وہ جہنم ہے جسے تم نہیں مانتے تھے، پھر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے، اب بولو کیا یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اس میں ڈوب جاؤ یہ تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اب اس کے عذاب کی تمہیں سہار ہو یا نہ ہو، ہائے وائے کرو خواہ خاموش رہو اسی میں پڑے جھلستے رہو گے، کوئی ترکیب فائدہ نہ دے گی، کسی طرح چھوٹ نہ سکو گے، یہ خدا کا ظلم نہیں بلکہ صرف تمہارے اعمالِ بد کا بدلہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۱۸۹)

(۱۱۸) اسلام قبول کرنے کے بعد کیا زمانہ کفر کی نیکیاں قبول ہوسکتی ہیں یا نہیں

مکرم ومحترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام عرض ہے کہ میں نومسلم عورت ہوں، اسلام سے پہلے حالت کفر میں بہت کارِ خیر کرچکی ہوں، پانی کی سبیل میں نے مسافروں کے لئے بنائی ہے، فقراء ومحتاج لوگوں کی بہت امداد کی ہے، عزیز واقارب سے حسن سلوک نبھایا ہے، قیدیوں کو قید سے رہا کرنے میں اپنی حسن تدبیر انجام دی ہے وغیرہ، تو کیا بعد قبول اسلام ان اعمالِ خیر کا مجھ کو اجر وثواب ملے گا، برائے کرم جواب دے کر اخروی خوشی کا موقع دیجئے

فقط والسلام

آپ کی دینی بہن

مریم

جوابِ خط:

''آپ روایت سنئے۔'' حضرت حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے میرے وہ نیک کام جو میں زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتا تھا جیسے صدقہ، غلام آزاد کرنا اور عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا کیا ان کا بھی مجھ کو ثواب ملے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جتنی نیکیاں پہلے کر چکے ہو، ان سب کے ساتھ مسلمان ہوئے ہو (یعنی ان کا بھی ثواب ملے گا)۔ (بخاری، مسلم، مستدرک)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کے نیک عمل اسلام کے بعد معتبر ہو سکتے ہیں۔ (ترجمان السنہ، جلد۲، صفحہ ۳۱۹)

(۱۱۹) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے بندے مجھے ڈھونڈ تا کہ تو مجھے پالے

بعض آسمانی کتابوں میں ہے اے ابن آدم! میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پس تو اس سے غفلت نہ کر، تیرے رزق کا میں ضامن ہوں تو اس میں بے جا تکلیف نہ کر، مجھے ڈھونڈ تا کہ مجھے پالے، جب تو نے مجھے پالیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پالیا۔ اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تو کھو چکا۔ سن تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہئے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵ صفحہ ۱۸۶)

(۱۲۰) جہنم کا خطرناک ساحل

جیسے سمندر کا ساحل ہوتا ہے ایسے ہی جہنم کا بھی ساحل ہے، وہاں کیڑے مکوڑے، حشرات الارض اور کھجور کے درخت جتنے لمبے سانپ اور خچر کے برابر بچھو ہیں، جب جہنم والے اللہ سے فریاد کریں گے کہ ہمارا جہنم کا عذاب ہلکا کر دیا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ جہنم سے نکل کر ساحل پر چلے جاؤ وہ نکل کر وہاں آئیں گے تو وہ کیڑے مکوڑے، حشرات الارض ان کے ہونٹوں، چہروں اور دوسرے اعضاء کو پکڑ لیں گے اور انہیں نوچ کھائیں گے تو اب وہ فریاد کرنے لگیں گے کہ ہمیں ان سے چھڑایا جائے اور جہنم میں واپس جانے دیا جائے اور جہنم والوں پر خارش کا عذاب بھی مسلط کیا جائے گا اور جہنمی اتنا کھجائے گا کہ اس کی ہڈی ننگی ہو جائے گی، فرشتہ کہے گا، اے فلانے! کیا تجھے اس خارش سے تکلیف ہو رہی ہے؟ وہ کہے گا، ہاں فرشتہ کہے گا تو جو مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتا تھا یہ اس کے بدلہ میں ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۱، صفحہ ۵۵۱)

(۱۲۱) مسجدوں کو دلہن نہ بنائیے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب تم اپنی مسجدوں کو دلہن بنا دو اور قرآنوں کو سجا دوں پس تمہاری ہلاکت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، اصلاحی مضامین، صفحہ ۸۷)

(۱۲۲) نہر کوثر کا تذکرہ پڑھ لیجئے

مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ مجھے کوثر عنایت کی گئی ہے جو ایک جاری نہر ہے لیکن گڑھا نہیں ہے اس کے دونوں کنارے موتی کے خیمے ہیں، اس کی مٹی خالص مشک ہے، اس کے کنکر بھی سچے موتی ہیں، اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر جنت میں اس نہر کو دیکھا اور جبرئیل

علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون سی نہر ہے؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، یہ کوثر ہے جو خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں اور بہت سی ہم نے سورۂ اسرا کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہیں۔ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس کے کنارے دراز گردن والے پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر فرمایا، وہ پرندے تو بہت ہی خوبصورت ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کھانے میں بھی وہ بہت ہی لذیذ ہیں۔ (ابن جریر)

اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوثر کیا ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پرندوں کی نسبت یہ فرمایا۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ نہر بیچوں بیچ جنت کے ہے۔ ایک منقطع سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کوثر کے پانی کے گرنے کی آواز جو سننا چاہے وہ اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں ڈال لے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵ صفحہ ۷۰۴)

(۱۲۳) جنت میں بڑے بڑے شاپنگ سینٹر اور مول ہوں گے

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں ملائے۔ جس پر حضرت سعید رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا، کیا جنت میں بھی بازار ہوں گے؟ فرمایا، ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جنتی جب جنت میں جائیں گے اور اپنے اپنے مراتب کے مطابق درجے پائیں گے تو دنیا کے اندازے سے جمعہ والے دن انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی اجازت ملے گی۔ جب سب جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اس کا عرش ظاہر ہوگا۔ وہ سب جنت کے باغیچہ میں نور کے اور لولو اور یاقوت کے اور زبرجد (زمرد) اور سونے چاندی کے منبروں پر بیٹھیں گے۔ بعض اور جو نیکیوں کے اعتبار سے کم درجے کے ہیں لیکن جنتی ہونے کے اعتبار سے کوئی کسی سے کمتر نہیں۔ وہ مشک کے اور کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے، لیکن اپنی جگہ اتنے خوش ہوں گے کہ کرسی والوں کو اپنے سے افضل مجلس میں نہیں جانتے ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، ہاں دیکھو گے، آدھے دن کے سورج اور چودھویں رات کے چاند کو جس طرح صاف دیکھتے ہو اسی طرح خدائے تعالیٰ کو دیکھو گے۔ اس مجلس میں ایک ایک سے اللہ تبارک وتعالیٰ بات چیت کرے گا یہاں تک کہ کسی سے فرمائے گا، یاد ہے فلاں دن تم نے فلاں کام میرے خلاف کیا تھا۔ وہ کہے گا کیوں جناب باری! تو تو وہ خطا معاف کر چکا تھا پھر اس کا کیا ذکر، کہے گا ہاں ٹھیک ہے اسی میری مغفرت کی وسعت کی وجہ سے ہی تو تو اس درجے پر پہنچا۔ یہ اسی حالت میں ہوں گے کہ انہیں ایک بادل ڈھانپ لے گا اور اس سے ایسی خوشبو برسے گی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی تھی۔ پھر رب العالمین عزوجل فرمائے گا کہ اٹھو اور میں نے جو انعام واکرام تمہارے لئے تیار کر رکھے ہیں انہیں لو۔ پھر یہ سب ایک بازار میں پہنچیں گے جسے چاروں طرف سے فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے وہاں وہ چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی دیکھی تھیں نہ سنی تھیں، نہ کبھی خیال میں گزری تھیں، جو شخص جو

چیز چاہے گا لے لے گا، خرید و فروخت وہاں نہ ہوگی، بلکہ انعام ہوگا، وہاں تمام اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ ایک کم درجے کا جنتی اعلیٰ درجے کے جنتی سے ملاقات کرے گا تو اس کے لباس وغیرہ کو دیکھ کر جی میں خیال کرے گا، وہیں اپنے جسم کی طرف دیکھے گا کہ اس سے بھی اچھے کپڑے اس کے ہیں، کیونکہ وہاں کسی کو کوئی رنج و غم نہ ہوگا۔ اب ہم سب لوٹ کر اپنی اپنی منزلوں میں جائیں گے، وہاں ہماری بیویاں ہمیں مرحبا کہیں گی اور کہیں گی کہ جس وقت آپ یہاں سے گئے تھے تب یہ تر و تازگی اور یہ نورانیت آپ میں نہ تھی لیکن اس وقت تو جمال و خوبی اور خوشبو اور تازگی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ٹھیک ہے، ہم آج خدائے تعالیٰ کی مجلس میں تھے اور یقیناً ہم بہت ہی بڑھ چڑھ گئے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۹۵)

(۱۲۴) عرش کے اُٹھانے والے فرشتے مندرجہ ذیل تسبیح پڑھتے رہتے ہیں

حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ حاملانِ عرش آٹھ ہیں، جن میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہے:

"سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ ط"

تَرْجَمَہ: "یعنی اے باری تعالیٰ تیری پاک ذات ہی کے لئے ہر طرح کی حمد و ثنا ہے کہ تو باوجود علم کے پھر بردباری اور حلم کرتا ہے۔"

اور دوسرے چار کی تسبیح یہ ہے:

"سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ ط"

تَرْجَمَہ: "یعنی اے اللہ! قدرت کے باوجود تو جو معافی اور درگزر کرتا رہتا ہے اس پر ہم تیری پاکیزگی اور تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔" (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴ صفحہ ۴۵۳)

(۱۲۵) ایک بزرگ کو ایک جن نے بڑی عجیب نصیحت کی

ابن ابی حاتم میں ہے، ایک، بزرگ فرماتے ہیں میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگیا تھا، ایک دن میں نے سنا کہ ہاتفِ غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے بہ آوازِ بلند کہہ رہا ہے، خدایا! اُس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے بھی تیرے سوا دوسرے کی ذات سے اُمیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ خدایا! اُس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوسروں کے پاس لے جاتا ہے۔ پھر ذرا ٹھہر کر ایک پرزور آواز لگائی اور کہا، پورا تعجب اس پر ہے کہ جو تجھے پہچانتے ہوئے دوسروں کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے وہ کام کرتا ہے جس سے تو ناراض ہو جائے۔ یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان؟ جواب آیا کہ انسان ہوں۔ تو اُن کاموں سے اپنا دھیان ہٹالے جو تجھے فائدہ نہ دیں، اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدے کے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۷۴)

(۱۲۶) ایک بڑے میاں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب سوال کیا

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک، بوڑھا شخص لکڑی ٹیکتا ہوا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت سارے ہیں کیا مجھے بھی بخشا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تو خدا کی توحید کی گواہی

نہیں دیتا؟ اس نے کہا، ہاں اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۳۴)

(۱۲۷) چہرہ پردہ میں داخل ہے یا نہیں

جوابِ خط:

سورۂ احزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ﴾ (سورۂ احزاب، آیت: ۳۲، ۳۳)

ترجمہ: ''اے نبی ﷺ کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو پس تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ ضرورتاً بولنا پڑے) نزاکت مت کرو، کیونکہ اس سے ایسے شخص کو میلان قلبی ہو جائے گا جس کے دل میں روگ ہو (بلکہ) تم قاعدہ کے موافق بات کرو (جیسے پاکباز عورتیں اختیار کرتی ہیں) اور تم اپنے گھروں میں رہو اور زمانۂ قدیم کی جہالت کے مطابق مت پھرو اور تم نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو۔''

ان آیات میں اول تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی غیر محرم سے ضرورۃً اگر بات کرنی پڑے تو گفتگو کے انداز میں نزاکت اور لہجہ میں جاذبیت نہ ہو جس طرح چال ڈھال اور رفتار کے انداز سے دل کھینچتے ہیں۔ اسی طرح گفتار کے نزاکت والے لہجہ کی طرف بھی کشش ہوتی ہے، عورت کی آواز میں طبعی اور فطری طور پر نرمی اور لہجہ میں دلکشی ہوتی ہے۔ پاک نفس عورتوں کی یہ شان ہے کہ غیر مردوں سے بات کرنے میں بہ تکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں خشونت اور روکھا پن ہو تا کہ کسی بد باطن کا قلبی میلان نہ ہونے پائے۔

دوسرا حکم یہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے شب و روز گزارنے کی اصل جگہ ان کے اپنے گھر ہی ہیں۔ شرعاً جن ضرورتوں کے لئے گھر سے نکلنا جائز ہے پردہ کے خوب اہتمام کے ساتھ بقدرِ ضرورت نکل سکتی ہیں۔

آیت کے سیاق سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ بلاضرورت پردہ کے ساتھ بھی باہر نکلنا اچھا نہیں ہے جہاں تک ہو سکے، نامحرم کی نظروں سے لباس بھی پوشیدہ رکھنا چاہئے۔

تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ زمانۂ قدیم کی جہالت کے مطابق مت پھرا کرو۔ زمانۂ قدیم کی جہالت سے عرب کی وہ جاہلیت مراد ہے جو حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کے رواج و سماج میں جگہ پکڑے ہوئے تھی۔ اس زمانہ کی عورتیں بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ بلا جھجک بازاروں میں اور میلوں میں اور گلی کوچوں میں بے پردہ ہو کر پھرا کرتی تھیں اور بن ٹھن کر نکلتی تھیں، سر پر یا گلے میں فیشن کے لئے دوپٹہ ڈال دیا، نہ اس سے سینہ ڈھکا، نہ کان اور چہرہ چھپایا، جدھر کو جانا ہوا چل

پڑیں۔ مردوں کی بھیڑ میں گھس گئیں، نہ محرم اور غیر محرم کا امتیاز۔ یہ تھا جاہلیت اولیٰ کا رواج اور سماج جو آج بھی اسلام کا دعویٰ کرنے والی عورتوں میں جگہ لے چکا ہے۔

ان آیات میں گو ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن یہ احکام تمام عورتوں کے لئے عام ہیں۔ اجماع امت اور احادیث نبویہ (ﷺ) سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ان آیات کا حکم امت کی تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے لئے عام ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا۔

ایک موٹی سمجھ والا انسان بھی (جسے خدا کا خوف ہو) ان آیات سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوگا کہ جب ازواج مطہرات کے لئے یہ حکم ہے کہ اپنے گھروں ہی میں رہا کریں اور جاہلیت اولیٰ کے دستور کے مطابق باہر نہ نکلیں، حالانکہ ان کو تمام مؤمنین کی مائیں فرمایا گیا۔ ہے "وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ" تو امت کی دوسری عورتوں کے لئے بے پردہ ہوکر نکلنا کیوں کر درست ہوگا؟ شرف اور احترام کے باعث امت کی نظریں جن مقدس، غواتین پر نہیں پڑسکتی تھیں جب ان کو بھی "قرار فی البوت" (یعنی گھروں میں رہنے) کا حکم دیا گیا ہے تو جن عورتوں کی طرف قصداً نظریں اٹھائی جاتی ہوں اور خود یہ عورتیں بھی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں، ان کو جاہلیت اولیٰ کے طریقہ پر باہر نکلنے کی کیسے اجازت ہوگی؟

صحیح بخاری جلد۲، صفحہ ۶۹۶ میں واقعۂ افک کی تفصیل مروی ہے، اس میں لکھا ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق کے موقعہ پر جب حضرت صفوان بن معطل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر نظر پڑی اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ان کے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھنے کی آواز سنی تو حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے فوراً اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ صفوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھے پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا۔ اسی سے سمجھ لیا جائے کہ پردہ کا جو حکم نازل ہوا تھا وہ چہرہ سے بھی متعلق تھا۔ ورنہ انہیں چہرہ ڈھانکنے کی کیا ضرورت تھی۔

نیز صحیح بخاری جلد ا، صفحہ ۷۸۸ پر ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس تھے وہیں ایک مخنث بھی تھا اس نے حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بھائی سے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے طائف کو فتح کر دیا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی بتا دوں گا۔ جو ایسی ایسی ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ ہرگز تمہارے گھروں میں داخل نہ ہوں۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان فرمایا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یوں کہا کہ "یا رسول اللہ، آپ (ﷺ) کے پاس (اندرونِ خانہ) اچھے برے لوگ آتے جاتے ہیں (وہاں امہات المؤمنین بھی ہوتی ہیں) اگر آپ امہات المؤمنین کو پردہ کرنے کا حکم دے دیتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ والی آیت نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پردہ کی آیت میں نامحرموں کے سامنے چہرہ ڈھانپنے کا حکم نازل ہوا، کیونکہ اس سے پہلے بھی وہ کپڑے پہنے ہوئے بیٹھی رہتی تھیں صرف چہرہ ہی کھلا رہتا تھا۔ پردہ کا حکم ہونے کا یہی مطلب ہے کہ چہرہ چھپائیں۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت اور سنئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ساتھ شب گزار کر صبح کو ولیمہ کیا تو خوب بڑی دعوت کی، لوگ آتے رہے اور کھا کر جاتے رہے، کھانے سے فارغ ہوکر سب لوگ چلے گئے لیکن تین اصحاب رہ گئے وہ باتیں کرتے رہے، آپ ﷺ کے مزاج میں حیاء بہت تھی، آپ ﷺ نے ان سے نہیں فرمایا کہ تم چلے جاؤ، بلکہ خود حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے حجرہ کی طرف چلے

گئے۔ جب میں نے آپ ﷺ کو خبر دی، کہ وہ لوگ چلے گئے تو آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے میں آپ ﷺ کے ساتھ (حسب عادت) داخل ہونے لگا تو آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان میں پردہ ڈال دیا اور آیت حجاب ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ الخ﴾ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی۔

(صحیح بخاری، صفحہ ۷۰۶، ۷۰۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرانے خادم تھے، دس برس تک انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت کی جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے پردہ ڈال دیا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندر آنے نہیں دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھروں میں اندر آتے جاتے تھے کیا ازواجِ مطہرات کپڑے پہن کر نہیں رہتی تھیں، ان کی جو نظر پڑتی تھی کیا چہرہ کے سوا کسی اور جگہ بھی پڑتی تھی، اگر چہرہ پردہ میں نہیں تو ان کو اندر جانے سے کیوں روکا گیا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے فرمادیتے کہ اس کو آتے جاتے دو صرف چہرہ کھلا رکھا کرو۔ لیکن وہاں مستقل داخل ہونے پر پابندی لگادی گئی۔ اسی سے سمجھ لیا جائے کہ پردہ کا جو حکم نازل ہوا اس میں اصل چہرہ ہی کا چھپانا ہے ورنہ جسم کے دوسرے حصہ پہلے بھی نامحرموں کے سامنے ظاہر نہیں کئے جاتے تھے۔

سنن ابوداود ''کتاب الجہاد'' میں ہے کہ حضرت ام خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صاحبزادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جہاد کے موقعہ پر شہید ہو گیا تھا، وہ چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لئے آئی ہو؟ حضرت ام خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا، اگر بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہوگئی ہوں تو اپنی شرم و حیاء کھو کر ہرگز مصیبت زدہ نہ بنوں گی (یعنی حیاء کا چلا جانا ایسی ہی مصیبت زدہ کردینے والی چیز ہے جیسے بیٹے کا ختم ہو جانا) حضرت ام خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پوچھنے پر حضور ﷺ نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کے لئے دو شہیدوں کا ثواب ہے، انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کیوں؟ ارشاد فرمایا، اس لئے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔ (سنن ابوداود، جلد ۱، صفحہ ۳۳۶)

اس واقعہ سے بھی ان مغربیت زدہ مجتہدین کی تردید ہوتی ہے جو چہرہ کو پردہ سے خارج کرتے ہیں، اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ ہر حال میں لازم ہے رنج ہو یا خوشی، نامحرم کے سامنے بے پردہ ہو کر آنا منع ہے بہت سے مرد اور عورت ایسا طرز اختیار کرتے ہیں کہ گویا ان کے نزدیک شریعت کا کوئی قانون مصیبت کے وقت لاگو نہیں ہے، جب گھر میں کوئی موت ہو جائے گی تو اس بات کو جانتے ہوئے کہ نوحہ کرنا سخت منع ہے، عورتیں زور زور سے نوحہ کرتی ہیں، جنازہ جب گھر سے باہر نکالا جاتا ہے تو عورتیں دروازے کے باہر تک اس کے پیچھے چلی آتی ہیں اور پردہ کا کچھ خیال نہیں کرتیں، خوب یاد رکھو، غصہ ہو یا رضامندی خوشی ہو یا مصیبت، ہر حال میں احکام شریعت کی پابندی لازم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حج وعمرہ کے مسائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ''المحرمة لا تنتقب'' یعنی احرام والی عورت نقاب نہ ڈالے۔ (سنن ابوداود، جلد ۱ صفحہ ۲۵۴)

اس سے ظاہر ہے کہ زمانۂ نبوت میں عورتیں چہروں پر نقاب ڈال کر باہر نکلتی تھیں۔ یاد رہے کہ حکم یہ ہے کہ عورت حالتِ احرام میں چہرہ پر کپڑا نہ ڈالے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھول کر پھرا کریں۔ یہ عورتوں میں مشہور ہے کہ حالت احرام میں پردہ نہیں یہ غلط ہے۔ اس غلط فہمی کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث سے دور کر

لیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم حالت احرام میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھے، گزرنے والے اپنی سواریوں پر ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہم اپنی چادر کو اپنے سر سے آگے بڑھا کر چہرہ کے سامنے لٹکا لیتے تھے۔ جب وہ لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۲۳۶، از: ابی داود)

منہ پر کپڑا نہ لگنا اور بات ہے اور نامحرموں کے سامنے پھرنا یہ دوسری بات ہے حج یا عمرہ میں بے پردگی جائز نہیں ہو جاتی۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی جب اپنے شوہر کو لے کر حضور ﷺ کے پاس چلیں اور راستہ میں عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی سے صحبت کرنی چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں اور عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ میری بات ماننے سے تم کو جس کام نے روکا ہے وہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا کام ہے۔ تو جب بیوی عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر حضور ﷺ کے پاس پہنچی تو چہرہ پر نقاب (پردہ) تھا۔

پھر شریعت چہرہ کو کھلا رکھنے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ا صفحہ ۲۲۸)

(۱۲۸) اے اللہ ہماری زبان اور دل کو مسلمان بنا دے

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضب ناک ہو، لیکن دین صرف انہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہے، پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے، اس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے اور بندہ ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا، ایذائیں کیا کیا ہیں؟ فرمایا دھوکہ اور ظلم۔ سنو! جو شخص مال حرام کمائے پھر اس میں سے خرچ کرے اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا اور جتنا کچھ مال اپنے بعد باقی چھوڑ مرے وہ سب اس کے لئے دوزخ کی آگ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۲ صفحہ ۵۱۶)

(۱۲۹) حرام بستر کے علاوہ سب کچھ کر لیا اب میں کیا کروں

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے کے لئے آئی تھی افسوس کہ میں اسے کوٹھڑی میں لے جا کر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو حکم خدا ہو وہ مجھ پر جاری کیا جائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، شاید اس کا خاوند غیر حاضر ہوگا؟ اس نے کہا، جی ہاں، یہی بات تھی۔ آپ نے فرمایا، تم جاؤ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی سوال کیا۔ پس آپ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح فرمایا، پھر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت بیان کی، آپ ﷺ نے فرمایا، شاید اس کا خاوند راہ خدا میں گیا ہوگا؟ پس قرآن کریم کی یہ آیت اتری:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى

لِلذّٰکِرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ (سورۂ ہود، آیت: ۱۱۴)

ترجمہ: ''دن کے دونوں سروں میں نماز پڑھو اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیا کرتی ہیں، یہ ہے نصیحت نصیحت پکڑنے والوں کے لئے۔''

تو وہ کہنے لگا کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، نہیں! اس طرح صرف تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوسکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کے لئے عام ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سچے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۲ صفحہ ۵۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی کی نظر کسی غیر محرم عورت پر پڑ گئی۔ عورت کے حسن و جمال نے مرد کے دل کو اپنی طرف مائل کیا، حتیٰ کہ مرد نے مغلوب الحال ہو کر عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر اس پر خوف خدا غالب ہوا کہ میں نے تو حکم الٰہی کی خلاف ورزی کر لی۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس آدمی کا رو رو کر برا حال ہوا۔ ندامت کی آگ نے ان کے دل کو بے قرار کر دیا، وہ مسلسل توبہ واستغفار میں لگے رہے، حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی یہ آیت اتری:

﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ط ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾﴾

ترجمہ: ''البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو، یہ یادگار ہے یاد کرنے والوں کے لئے۔'' (ہود:۱۱۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بلا کر خوشخبری سنائی کہ تیرا رونا دھونا قبول ہوگیا اللہ تعالیٰ نے تجھے معافی عطا فرما دی۔ اس نے پوچھا کہ یہ آیت خاص میرے لئے اُتری ہے، فرمایا نہیں، سب لوگوں کے لئے ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

⑬⓪ زبیدہ کی ایک نیکی پر مغفرت اذان کا ادب کیجئے، خاص طور سے مائیں بہنیں

زبیدہ خاتون ایک نیک ملکہ تھی۔ اس نے ''نہر زبیدہ'' بنوا کر مخلوقِ خدا کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اپنی وفات کے بعد وہ کسی کو خواب میں نظر آئی۔ اس نے پوچھا زبیدہ خاتون! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ زبیدہ خاتون نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نے بخشش فرما دی۔ خواب دیکھنے والے نے کہا کہ آپ نے ''نہر زبیدہ'' بنوا کر مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچایا، آپ کی بخشش تو ہونی ہی تھی۔ زبیدہ خاتون نے کہا نہیں! نہیں! جب ''نہر زبیدہ'' والا عمل پیش ہوا تو پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ کام تو تم نے خزانے کے پیسوں سے کروایا، اگر خزانہ نہ ہوتا تو نہر بھی نہ بنتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لئے کیا عمل کیا۔ زبیدہ نے کہا، میں تو گھبرا گئی کہ اب کیا بنے گا، مگر اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمائی۔ مجھے کہا گیا کہ تمہارا ایک عمل ہمیں پسند آ گیا۔ ایک مرتبہ تم بھوک کی حالت میں دسترخوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں اللہ اکبر کے الفاظ سے اذان کی آواز سنائی دی۔ تمہارے ہاتھ میں لقمہ تھا اور سر سے دوپٹہ سرکا ہوا تھا، تم نے لقمے کو واپس رکھا، پہلے دوپٹے کو ٹھیک کیا، پھر لقمہ کھایا، تم نے لقمہ کھانے میں تاخیر میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی، چلو ہم نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ انسان جب اذان کی آواز سنے تو ادب کی وجہ سے خاموش ہو جائے، اذان کا جواب دے اور آخر میں مسنون دعا پڑھے۔ میرا تجربہ ہے کہ اذان کے ادب کی وجہ سے اسے موت کے وقت کلمہ پڑھنے کی توفیق نصیب ہوگی۔ (نماز کے اسرار و رموز، صفحہ ۵۵)

(۱۳۱) زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا دیتی ہے

حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا کہ پیارے بچے! رات کو بہت نہ سویا کرو، رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا دیتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۲۹۰/۴)

(۱۳۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچوں کو مندرجہ ذیل دعا سکھاتے تھے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے:
"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ط" (صحيح بخاری)

ترجمہ: "اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور بزدلی سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور یہ کہ میں رذیل عمر میں ڈال دیا جاؤں، اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں اور دنیا کی آزمائش اور عذابِ قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔" (منہاج المسلم، صفحہ ۳۳۸)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا اپنے بچوں کو بھی سکھاتے تھے۔

(۱۳۳) مناجات ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ

هَجَرْتُ الْخَلْقَ طُرًّا فِیْ هَوَاكَا وَأَيْتَمْتُ الْعِيَالَ لِكَیْ اَرَاكَا

ترجمہ: "میں نے آپ کی محبت میں تمام دنیا کو چھوڑ دیا ـــــ اور آپ کی زیارت کے اشتیاق میں اپنے عیال کو یتیم کیا۔"

وَلَوْ قَطَّعْتَنِیْ فِی الْحُبِّ اِرْبًا لَمَا حَنَّ الْفُؤَادُ اِلٰى سِوَاكَا

ترجمہ: "اگر آپ رگِ محبت کاٹ دیں ـــــ تب بھی دل آپ ہی کی طرف مائل رہے گا۔"

تَجَاوَزْ عَنْ ضَعِيفٍ قَدْ اَتَاكَا وَجَآءَ رَاجِيًا يَرْجُوْا نِدَاكَا

ترجمہ: "جو ضعیف آپ کے در پر آ رہا ہے اس کو معاف کیجئے ـــــ اور جو آپ سے بخشش کی امید لگا کر آیا ہے اس کی تمنا پوری کیجئے۔"

وَاِنْ يَكُ يَا مُهَيْمِنُ قَدْ عَصَاكَا فَمَا سَجَدْتُّ لِمَعْبُوْدٍ سِوَاكَا

ترجمہ: "اے غفار! اگرچہ میں آپ کی حکم عدولی کر چکا ہوں ـــــ مگر آپ کے سوا کسی کو سجدہ تو نہیں کیا۔"

اِلٰهِیْ عَبْدُكَ الْعَاصِیْ اَتَاكَا مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاكَا

ترجمہ: "اے خدا! آپ کا نافرمان بندہ آپ کی بارگاہ ـــــ جسے اپنے گناہوں کا اقرار ہے اور عفو کا خواستگار ہے میں آیا ہے۔"

وَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَالِكَ اَهْلٌ وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ يَّرْحَمْ سِوَاكَا

ترجمہ: "اگر آپ بخش دیں تو آپ کی شان یہی ہے ــــ اور اگر آپ دھتکار دیں تو بتائیے کون آپ کے سوا رحم کر سکتا ہے۔"

(۱۳۴) رنگ برنگی باتیں جن سے خوشبو آئے

۱۔ زیادہ باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہوتا۔

۲۔ دوسروں کے آنسوؤں کو زمین پر گرنے سے پہلے اپنے دامن میں جذب کر لینا انسانیت کی معراج ہے۔

۳۔ نیک بننے کی کوشش کرو جیسے حسین بننے کی کوشش کرتے ہو۔

۴۔ اعتماد وہ شیشہ ہے جو ایک بار ٹوٹ جائے تو دوبارہ نہیں بنتا۔

۵۔ جس طرح سمندر اپنی لہروں کو اپنی حدود میں رکھتا ہے اسی طرح ماں اپنی اولاد کا ہر دُکھ اپنے دل تک محدود رکھتی ہے۔

۶۔ جو یہ کہے کہ اس کی بات سچی ہے تو اس کی ہر بات جھوٹ ہوگی۔

۷۔ محنت سے بھی آدمی تھک جاتا ہے اور کاہلی سے بھی۔ مگر محنت کا نتیجہ صحت اور دولت ہے اور کاہلی کا نتیجہ بیماری اور افلاس ہے۔

۸۔ راحت کثرت آمدنی میں نہیں ہے، قلت مصارف میں ہے۔

(۱۳۵) جواہر پارے

۱۔ رخصت کرنے کے بعد اپنے مہمان کی شکایت نہ کر۔

۲۔ بہادر مقابلے کے وقت آزمایا جاتا ہے۔

۳۔ کبھی بھی اپنے ماں باپ اور اُستاد کی شکایت نہ کر۔

۴۔ بیوی کے سامنے اس کے میکے والوں کی شکایت نہ کر۔

۵۔ اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی شکایت نہ کر۔

۶۔ ماں باپ کا نافرمان اپنی اولاد کی نافرمانی کا منتظر رہے۔

۷۔ بے موقع بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔

۸۔ بے عزتی کی زندگی سے موت بہتر ہے۔

۹۔ بری صحبت سے دور رہنا بہتر ہے۔

۱۰۔ سب سے اچھی خیرات معاف کر دینا ہے۔

۱۱۔ سب سے اچھا نشہ خدمت خلق ہے۔

۱۲۔ سب سے بڑا بہادر بدلہ نہ لینے والا ہے۔

۱۳۔ مرد کی خوبصورتی اس کی فصاحت ہے۔

۱۴۔ غیبت عمل کو کھا جاتی ہے۔

۱۵۔ ماں باپ کا حکم چاہے ناگوار ہو قبول کر لے۔

۱۶۔ نصیحت کی بات چاہے کڑوی ہو قبول کر لے۔

۱۷۔ یتیم اور بیوہ کا مال کھانے سے پریشانی آتی ہے۔

۱۸۔ خیرات سے مال میں کمی نہیں آتی۔

۱۹۔ بحث کرنے میں جاہل سے شکست کھا لے۔

۲۰۔ فضول خرچی کرنے سے مفلسی آتی ہے۔

۲۱۔ بے ادبی کرنے سے بدنصیبی آتی ہے۔

۲۲۔ توبہ گناہ کو کھا جاتی ہے۔

۲۳۔ غریب کی دعوت چاہے تکلیف دہ ہو قبول کر لے۔

۲۴۔ تکبر علم کو کھا جاتا ہے۔

۲۵۔ غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔

۲۶۔ انصاف ظلم کو کھا جاتا ہے۔

(۲۷) جھوٹ رزق کو کھا جاتا ہے۔
(۲۸) دوست کو مصیبت کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
(۲۹) امانت دار مفلسی کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
(۳۰) بردبار کو غصے کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
(۳۱) اپنی زبان کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھو۔
(۳۲) خدا سے ڈرنے والے کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔
(۳۳) خاموش زبان سینکڑوں زبانوں سے اچھی ہے۔

(۱۳۶) قرآن

(۱) قرآن...... ایک حکمت بھری کتاب ہے۔
(۲) قرآن...... حق و باطل کے امتیاز کے لئے ہے۔
(۳) قرآن...... نصیحت کی ایک آسان راہ ہے۔
(۴) قرآن...... ہر قسم کے فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔
(۵) قرآن...... ایک فیصلہ کن قوت ہے۔
(۶) قرآن...... کوئی ہنسی کی چیز نہیں ہے۔
(۷) قرآن...... ہی انسان کو چشم بینا دیتا ہے۔
(۸) قرآن...... میں شفا اور رحمت کے دریا بہتے ہیں۔
(۹) قرآن...... نے انسان کو علم و حکمت عطا کیا۔
(۱۰) قرآن...... تاریکی سے روشنی کی طرف لاتا ہے۔
(۱۱) قرآن...... سلامتی کی راہیں کھول دیتا ہے۔
(۱۲) قرآن...... حق و سعادت کا مرقع ہے۔
(۱۳) قرآن...... ایمان کا سرچشمہ اور عمل کا مرکز ہے۔
(۱۴) قرآن...... تصفیہ معاملات کے لئے بہترین ضابطہ ہے۔
(۱۵) قرآن...... رہنمائی اور لیڈری کے حقیقی گر بتاتا ہے۔
(۱۶) قرآن...... جملہ انسانی ضروریات کے مسائل بیان کرتا ہے۔
(۱۷) قرآن...... فکر و عمل کی راہوں کو ہموار کرتا ہے۔
(۱۸) قرآن...... سے مسائل زندگی سیکھو۔
(۱۹) قرآن...... کی تصدیق پچھلی الہامی کتابیں کرتی ہیں۔
(۲۰) قرآن...... پچھلی الہامی کتابوں کا جامع اور محافظ ہے۔
(۲۱) قرآن...... اللہ تعالیٰ، رب کائنات و خالق جہاں کا کلام ہے۔
(۲۲) قرآن فہمی کامیابی کی ضامن ہے، وقت کی اہم ضرورت ہے۔

(۱۳۷) مسجد میں اللہ کے ذکر و عبادت میں خلل ڈالنے والا سب سے بڑا ظالم ہے

قرآن پاک کے پہلے پارے (سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۴) میں ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ...... الخ﴾

تَرجَمَہ: ''جو شخص اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے روکے اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔''

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مسجد میں ذکر و نماز سے روکنے کی جتنی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز اور حرام ہیں، ان میں سے ایک صورت تو یہ کھلی ہوئی ہے کہ کسی کو مسجد میں جانے سے یا وہاں نماز و تلاوت سے صاف طور پر روکا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں شور و شغب کر کے یا مسجد کے قریب

باجے گاجے بجا کر لوگوں کو نماز و ذکر وغیرہ میں خلل ڈالے، یہ بھی ذکر اللہ سے روکنے میں داخل ہے، اسی طرح تیسری صورت یہ ہے کہ اوقاتِ نماز میں جب لوگ اپنی نوافل یا تسبیح وتلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں مسجد میں کوئی بلند آواز سے تلاوت کرنے لگے تو یہ بھی نمازیوں کی نماز و تسبیح میں خلل ڈالنے کی ایک صورت ہے۔ اسی لئے فقہاء نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔
(معارف القرآن، جلد اصفحہ ۲۴۲)

اس سے اندازہ لگائیں کہ دنیا کی باتوں کا شور مسجد میں کرنا کتنا سخت گناہ ہے۔
نوٹ: موبائل جسے بندہ چھوٹا دجال کہتا ہے اس کا مسجد میں بجنا بھی اسی میں داخل ہے۔
از مرتب محمد یونس پالنپوری

(۱۳۸) نمازیوں کی توجہ ہٹانے والا سزا کا مستحق ہے

حکایت: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، ایک شخص کوئی چیز لے کر آیا اور اس کو صف کے آگے ڈال کر خود نماز میں شریک ہوگیا (جیسا کہ آج کل عموماً کیا جاتا ہے) فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز۔ سے فارغ ہوئے تو اس کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈالا۔ (الاعتصام للشاطبی رحمہ اللہ تعالیٰ)
اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں کی توجہ نماز سے ہٹا دینے والا کوئی بھی کام کرنا منع ہے۔

(۱۳۹) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے والوں کے لئے سخت وعید

حدیث: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ اپنی مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں گے، اس لئے تم لوگ ان کے پاس مت بیٹھنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی حاجت نہیں۔ (مشکوٰۃ: صفحہ ۷۱)
فائدہ: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بے تعلق ہے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے نکل جاتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی بھی حاجت نہیں ہے۔ غور کریں اس میں کتنی بھاری دھمکی اور کیسی سخت وعید ہے، فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ دنیا کی باتیں مسجد میں مکروہ ہیں، اس سے نیکیاں جل جاتی ہیں۔

(۱۴۰) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کے لئے بیٹھنا ناجائز ہے

مسئلہ: جو دنیا کی باتیں مسجد سے باہر جائز ہیں وہ مسجد میں ناجائز ہیں۔ اور جو باتیں مسجد سے باہر ناجائز ہیں وہ مسجد میں سخت حرام ہیں۔ مثلاً غیبت کرنا، تہمت لگانا وغیرہ۔ اور "خزانة الفقه" میں لکھا ہے کہ جو شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے عمل بے کار کر دیتا ہے۔ (آداب المساجد، صفحہ ۳۸)

(۱۴۱) اپنی گمشدہ چیز کے لئے مسجد میں اعلان کرنے کی مذمت

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کو اپنی گمشدہ چیز کا اعلان مسجد میں کرتے ہوئے سنے تو اعلان سننے والا یوں کہے: اللہ تعالیٰ تیری گمشدہ چیز تجھے نہ لوٹاوے، اس لئے کہ مسجدیں ایسے اعلانوں کے واسطے نہیں بنائی گئیں۔
(مسلم شریف)

فَائِدَہ: جب اتنے سے اعلان کی ممانعت ہے تو مستقل باتیں کرنے کے لئے بیٹھنا کتنا سخت گناہ ہوگا۔

(۱۴۲) حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مسجد سے باہر چبوترا بنانا

حَدِیْث: حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مسجد کے باہر کنارہ پر ایک چبوترا بنایا تھا اور اعلان کر رکھا تھا کہ جو باتیں کرنا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے وہ اس چبوترے پر چلا جاوے۔ (موطا امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی)

(۱۴۳) مسجد کی عظمت ارشادِ خداوندی کی روشنی میں

حَدِیْث: یہود کے ایک بہت بڑے عالم نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ سب سے بہتر جگہ کون سی ہے؟ تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنے دل میں طے کر لیا کہ جب جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ آئیں گے ان سے پوچھ کر جواب دوں گا، چنانچہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ تشریف لائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہی سوال کیا تو جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ نے عرض کیا کہ اس کا جواب مجھے معلوم نہیں لیکن دربارِ خداوندی سے معلوم کر کے جواب دوں گا۔ چنانچہ وہ پوچھنے گئے اور واپس آ کر یہ عرض کیا کہ اے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس وقت مسئلہ پوچھنے کی برکت سے خدا تعالیٰ سے اتنی نزدیکی ہوئی کہ مجھے اتنی نزدیکی کبھی نہیں ہوئی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پوچھا، کتنی نزدیکی ہوئی؟ تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ نے عرض کیا کہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار نورانی پردے رہ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بری جگہ بازار ہے، اور سب سے اچھی جگہ مسجد ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۷۱)

فَائِدَہ: غور کرنا چاہئے کہ بازار اور مسجد میں کیا فرق ہے، مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ اور بازار میں دنیا کا ذکر ہوتا ہے۔ لہٰذا مسجد میں دنیا کا ذکر اس کو بازار بنا دیتا ہے۔ اور مسجد کو بازار بنا دینا یہی اس کی ویرانی ہے۔ (احکام المساجد، صفحہ ۱۴)

(۱۴۴) ایک عام غلطی کی اصلاح

ہر محلّہ میں مسجد بنانے کا حکم حدیث شریف کی روشنی میں

حَدِیْث: حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے محلّہ محلّہ میں مسجدیں بنانے کا حکم فرمایا ہے اور ان کو پاک صاف رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ (ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، مسند احمد)

فَائِدَہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدیں زیادہ بنانا شرعاً مطلوب ہے، اس حکم نبوی کے مطابق اگر ہر محلّہ میں مسجدیں بنائی جائیں (خواہ سادی ہی ہوں) تو بارش، سخت گرمی اور سردی میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا آسان ہو جائے، خصوصاً بوڑھے لوگوں کے لئے اور بیماروں کے لئے زیادہ سہولت ہو جائے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کی غلطی بھی واضح ہوگئی، جو ایک گاؤں میں زیادہ مسجدیں بنانے کو اجتماعیت کے خلاف سمجھتے ہیں، اس لئے ان کا یہ خیال حدیث بالا کے خلاف ہے۔ واللہ الموفق

نوٹ: ذمہ دار علماء کرام سے درخواست

ہر مقام کے ذمہ دار علماء کرام سے درخواست ہے کہ وہ کسی نماز کے بعد لوگوں کو یہ مضمون پڑھ کر سنائیں اور مسجد میں لٹکا دیں اور جب بھی اس کو سنانے کی ضرورت محسوس کریں سنا دیا کریں۔

حضرت مفتی محمد آدم صاحب بھیلونی رحظلہ
مدرسہ جامعہ نذیریہ، کاکوسی، شمالی گجرات

۱۴۵ سادگی بذاتِ خود حسن ہے

موجودہ دور میں گھر ہو یا سڑک، کالج ہو یا دفتر، پارٹی ہو یا میلاد ہر جگہ نوجوانوں میں فیشن و سجنے سنورنے کا رجحان تیزی سے پھیل رہا ہے، قیمتی لباس کو آج امارت کی نشانی سمجھا جاتا ہے، آج مہمانوں کی تواضع بھی ان کے زیب کردہ لباس کو دیکھ کر کی جاتی ہے، کیا ہم نے اپنی اصل کو کھو دیا ہے؟ کیا ہمارے مقابل ذاتی صفات کی اہمیت نہیں؟ کیا محض دکھاوے کی چاہ میں ہم سرگرداں ہو رہے ہیں؟ یہ تمام سوالات قابل غور ہیں۔

آج کے نوجوانوں کو اگر کسی تقریب میں جانا مقصود ہو تو ہفتہ بھر قبل ہی ذہن پریشانیوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ لباس ایسا ہو جو قیمتی بھی ہو اور خوبصورت بھی، لباس سے میچ کرتے سینڈلز بھی نئے ہونے چاہئے، پھر جیولری بھی قیمتی ہونی چاہئے ان فیشن اور نقالی کی دوڑ میں لڑکوں نے بھی اپنے قدم پیچھے نہیں رکھے ہیں، موجودہ دور کی سب سے زیادہ استعمال کی جانے ولی چیز ''موبائل'' بھی ہے، جس کا استعمال کبھی ضرورت کے تحت ہی کیا جاتا تھا مگر اب فقط فیشن کا ایک سیمبل بن کر رہ گیا ہے۔

سجنے سنورنے اور فیشن شو کو جب ٹی وی، اخبار، رسالے اور فلموں میں دکھایا جاتا ہے اور جنہیں دیکھ کر نوجوان بھی اسی دوڑ میں شامل ہو جاتے ہیں، بازاروں میں مختلف اشیاء سنگھار، میک اپ کے لوازمات اور لباس مشہور ماڈلز اور ہیرو، ہیروئین کے نام پر فروخت کیے جاتے ہیں جنہیں نوجوان لڑکے لڑکیاں نہایت جوش وخروش سے خریدتے ہیں۔

اکثر اوقات اس فیشن کے وبائی مرض میں مبتلا لوگ گھر کی خستہ حالی کو بھی فراموش کر دیتے ہیں، دیگر انتہائی اہم ضروریات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اپنے بے جا فیشن کی تکمیل کرتے ہیں۔ آج بیشتر لڑکیاں محض اپنے فیشن کی ضروریات کی تکمیل کی خاطر ملازمت بھی کرتی ہیں اور اسی کی خاطر سڑکوں کی خاک چھانتی ہیں۔

یہ فیشن کا مرض فقط ذات تک ہی محدود نہیں بلکہ اب گھروں کو سجانے سنوارنے کے فیشن نے بھی لوگوں کو ادھ مرا کر دیا ہے۔ بڑھتی مہنگائی اور محدود تنخواہ میں دوسروں کی نقالی کا جنون راتوں کو بے خواب کرنے لگا ہے، شاید ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مصنوعی لوازمات کا بوجھ لاد کر فیشن ایبل بن جانے سے ہم ''خوبصورتی'' کے زمرے میں شامل ہو جائیں گے اور یہی ہماری سب سے بڑی بھول ہے۔

صحرا کے پیاسے کو کون بتلائے کہ دور سے چمکتے ذرّے آب نہیں محض سراب ہیں اسی رات کا ایک حصہ ہیں جن میں وہ سرگرداں ہیں آج ہم نے ان ذرّیں اقوال کو فراموش کر دیا ہے جو حقیقت کو آشکار کرتے ہیں۔ آج ہم سچے مسلمان نہیں، پھر ہمارے چہرے پرنور کیسے ہو سکتے ہیں؟ آج ہم نے خوش خلقی کو خود سے کوسوں دور کر رکھا ہے۔ ریاکاری کی دوڑ میں ہمیں اتنی

فراغت ہی دستیاب نہیں ہوئی کہ ہم کسی سے خوش گفتاری وملنساری کے ہمراہ گفتگو کر سکیں، پھر ہم میں جاذبیت کیوں کر پیدا ہوگی؟

آج ہم نے مہمان نوازی کو فقط ایک بوجھ تصور کر لیا ہے پھر ہمارے گھر رحمت و برکت کس طرح برس سکتی ہے اور بغیر رحمت و برکت کے گھروں میں دلکشی کس صورت میں وارد ہوسکتی ہے؟

ہم ٹی وی، اخبار، رسالوں میں سجے سنورے کرداروں کو دیکھ کر ان جیسا بننے کی کوشش میں سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ کس قدر نادانی کی بات اور حماقت ہے، ہم کیوں فراموش کر جاتے ہیں کہ ان کرداروں کا فیشن کرنا ان کی ضرورت یا مجبوری ہے۔ اگر وہ اس میں گلیمر نہیں پیدا کریں گے تو لوگ انہیں ذوق وشوق سے نہیں دیکھیں گے، لان، گاڑیاں، پارٹیاں، سجاوٹ، جاہ وحشم ناظرین کو دکھلانا ان کی ضرورت ہے تاکہ ہم ان کے پروگروم دیکھنے اور رسائل خریدنے پر مائل ہوں۔

ہم میں اس فیشن کی مہلک بیماری کو پھیلنے کی سب سے بڑی وجہ مذہب سے دوری ہے، دوسری بڑی وجہ ہوس ہے اور تیسری وجہ نقالی کا زور ہے، زندگی خواہشوں کا ایک ایسا دائرہ ہے جس میں انسان مقید ہے اور یہ لحظہ بہ لحظہ بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ ایک خواہش کے اختتام پر دوسری خواہش اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ یوں خواہشات کا یہ طویل سلسلہ زندگی کے ساتھ چلتا ہی رہتا ہے۔ زندگی بذات خود ایک خواہش ہے، زندہ رہنے کی خواہش، دوسروں سے آگے نکل جانے کی خواہش اور بے شمار خوشیاں حاصل کرنے کی خواہش۔

انسان اپنی خواہشات کے حصول کے لئے دن رات ایک کر دیتا ہے۔ اگر خواہشات قبولیت کا لبادہ اوڑھ لے تو زندگی مسرتوں سے ہمکنار ہونے لگتی ہے۔ لیکن اگر خواہشات حسرت کی صورت میں تبدیل ہو جائے تو انسان کی زندگی دُکھ اور کرب کی المناک تصویر بن جاتی ہے۔ آج ہم بھی خواہشات کے سمندر میں غوطہ زن ہو چکے ہیں۔ بیرونی ممالک کی تہذیبی، خوش رنگی ہمیں مارے ڈالتی ہے۔ رہن سہن کی آسائشوں سے لیس ہونے کے لئے ہماری خواہش قالین، صوفے، پردے غرض گھر کی سجاوٹ کے لئے ضروری ہر چیز کی خواہش اور حسرت لئے ہوئے ہے۔ اپنی ذات کے متعلق فیشن اور میک اپ ہمیں ہمہ وقت متفکر رکھتا ہے ہم نے سادگی کو خود سے دور کر لیا ہے۔ یہ ساری باتیں ہلاکت کی ہیں، ترقی کی نہیں۔

ذہن نشین رکھیں سادگی میں آسانی اور خوبصورتی دونوں ہی مضمر ہیں۔ سادگی زندگی کو سہل اور دلکش بناتی ہے۔ جس طرح ایک کنول اپنی حقیقت کو فراموش نہ کرتے ہوئے کیچڑ میں جاذب نظر و دلکش نظر آتا ہے، اتنا حسین کسی قیمتی گلدان میں نظر نہیں آتا۔ یہی فلسفہ انسانی زندگی پر بھی صادق ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی تہذیب اور کلچر کو فراموش نہ کریں اور اپنے نفس پر قابو پانا سیکھیں۔

(۱۴۶) روزی میں برکت کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کی دعاء بہت نفع بخش ہے

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر آنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا پھر دروازہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی، پھر ملتزم پر تشریف لائے اور یہ دعا پڑھی:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سَرِیْرَتِیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ ط اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَالرِّضَآءَ بِمَا قَضَیْتَ عَلَیَّ ط"

تو حضرت آدم علیہ السلام پر وحی آئی کہ تم نے ایسی دعا کی جو قبول کی گئی تمہاری اولاد میں سے جو بھی یہ دعا کرے گا اس کے غم وفکر کو دور کر دوں گا اور اس کی روزی کو کافی کر دوں گا اس کے دل سے فقر کو دور کر دوں گا، اور اس کو غنی کر دوں گا، اس کی طرف اسبابِ رزق کو متوجہ کر دوں گا، اس کی طرف دنیا ذلیل ہو کر آئے گی اگرچہ وہ دنیا کو نہ چاہے گا۔

(مناسک، جلد۲، صفحہ ۱۷، الدعاء المسنون، صفحہ ۴۴۱)

(۱۴۷) واہ رے واہ اللہ! سبحان تیری قدرت بلی کی تربیت کا عجیب انداز

بلی حاملہ ہوتی ہے تو وہ کونہ تلاش کرنے لگتی ہے، بچہ دینے کے لئے، اس کو اس کی ماں نے نہیں بتایا کہ تجھے بچہ دینا ہے، کسی کونے میں چھپنے کی جگہ دیکھنی ہے، کسی ٹریننگ سینٹر سے نہیں سیکھا، کسی نرسنگ ہاؤس سے ٹریننگ نہیں لی، اس کو من جانب اللہ الہام ہے کہ میں ایک ایسی جگہ بچہ دے دوں کہ وہ ضائع نہ ہو جائے۔

اس کا کوئی ٹیچر یا استاذ نہیں، اللہ کا نظام ہے، اس کو بھی ہدایت دیتا چلا آ رہا ہے، بلی کسی کونے میں جا کر بچہ دیتی ہے تو بچہ کو نہیں پتہ کہ میری ماں کی چھاتی کہاں ہے اور اس میں میری غذا ہے اس کو ماں نے نہیں بتایا۔

ماں تو خود اپنے بچے کو سینے سے لگاتی ہے اور اس کے منہ میں چھاتی دیتی ہے وہ چوستا ہے، بلی تو ایسا نہیں کرتی، اس کے بچے کی آنکھیں بند ہوتی ہیں، اس کی تقدیر اور اللہ کی ربوبیت اس کو اس کی طرف لے جا رہی ہے، اس کو چوسنے کا طریقہ بتا رہی ہے۔

ہم تو بچے کے منہ میں چوسنی دے دیتے ہیں تو اس کو چوسنے کا طریقہ آ جاتا ہے اور ان کی مختلف طریقوں سے تربیت کرتے ہیں تو وہ سیکھتا ہے، بلی کا بچہ ہے جس نے کبھی دیکھا نہیں، سنا نہیں، وہ خود بخود چھاتی کی طرف لپکتا ہے اور دودھ پیتا ہے، یہ سارے کا سارا نظام اللہ تعالیٰ غیب کے پردوں سے چلا رہا ہے۔

ایک مادہ ہے، وہ انڈے دیتی ہے، انڈے دینے کے بعد وہ کیڑے کو ڈنک مارتی ہے، ایسے ڈنک مارتی ہے کہ وہ مرے نہیں، بے ہوش ہو جائے، مر جائے تو گر جائے گا، سڑ جائے گا، اتنا ڈنک مارتی ہے کہ بے ہوش ہو جائے، مرے نہیں۔

وہ ان کیڑوں کو اپنے انڈوں کے پاس رکھ لیتی ہے اور ان کی بے ہوشی اتنی ہوتی ہے کہ جب تک وہ بچہ انڈے کے اندر سے نکلتا ہے تو پہلے سے اس کے لئے گوشت کا انتظام کیا جا چکا ہوتا ہے۔

وہ ماں چلی جاتی ہے، انڈے سے نکلنے والا بچہ جب دیکھتا ہے کہ میرے لئے کھانا تیار ہے تو پھر اس کو کھاتا ہے، پروان چڑھتا ہے، پھر اس کے پر لگتے ہیں یہ بچہ جب بڑا ہو کر انڈے دینے پر آتا ہے تو اسی کام کو کرتا ہے، جو اس کی ماں نے کیا تھا، نہ وہ اپنی ماں کو دیکھتا ہے نہ اپنی ماں سے سنتا ہے، نہ اپنی ماں سے سیکھتا ہے۔ (اصلاحی واقعات، صفحہ ۳۹۴)

⑭⑧ ایک لڑکی نے کہا کہ میں طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے شادی کروں گی، اس لئے کہ وہ گھر میں آتے ہیں ہنستے ہوئے اور گھر سے جاتے ہیں مسکراتے ہوئے اور مالدار بھی ہیں

عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی ام ابان سے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو انکار کر دیا، پھر حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پیغام بھیجا تو انکار کر دیا، پھر حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پیغام دیا تو انکار کر دیا۔ حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پیغام دیا تو اسے قبول کرلیا۔ جب نکاح ہورہا تھا تو حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پردے سے اس عورت سے کہا، کہ امیر المؤمنین، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے رشتہ داروں سے تو نکاح کرنے سے انکار کر دیا، طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کرلیا۔ جواب ملا، جیسے خدا کی مرضی! خیر طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ہم سے اچھا ہے۔ بعد میں اس نے عورتوں میں بتایا کہ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ زندگی گزارنی بہت سخت ہوگی۔ علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس صرف محبت ہی ہے، زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس صرف لاٹھی ہے، طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ زندگی گزارنے کا مزہ ہے ہنستے ہوئے گھر میں آئیں گے ہنستے ہوئے گھر سے نکلیں گے۔

حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے حسن معاشرت کے باعث بیوی بچوں میں نہایت محبوب تھے، وہ اپنے کنبہ میں جس لطف ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اس کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی ام ابان سے اگرچہ بہت سے معزز اشخاص نے شادی کی درخواست کی، لیکن انہوں نے حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سب پر ترجیح دی، لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا، "میں ان کے اوصافِ حمیدہ سے واقف ہوں، وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے، باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے اور اگر کوئی کام کر دو تو شکر گزار ہوتے ہیں اور خطا ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔ (سیر الصحابہ، جلد ۲ صفحہ ۱۱۷، خصوصی بیانات مولانا یوسف صاحب، کنز العمال، ۶/۴۱۳)

⑭⑨ کن کن وقتوں میں دعاء قبول ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں

جس طرح مخصوص اوقات مقبولیتِ دعاء میں اثر رکھتے ہیں، اسی طرح انسان کے بعض حالات کو بھی حق تعالیٰ نے مقبولیت دعاء کے لئے مخصوص فرمایا، جن میں کوئی دعا رد نہیں کی جاتی، وہ حالات یہ ہیں:

① اذان کے وقت۔ (ابوداود، مستدرک)

② اذان واقامت کے درمیان۔ (ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

③ حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح کے بعد اس شخص کے لئے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو اس وقت دعا کرنا بہت مجرب ومفید ہے۔ (مستدرک)

④ جہاد میں صف باندھنے کے وقت۔ (ابن حبان، طبرانی، موطا)

⑤ جہاد میں گھمسان کی لڑائی کے وقت۔ (ابوداود)

❻ فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی، نسائی)

❼ سجدہ کی حالت میں۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

فَائِدَہ: مگر فرائض میں نہیں۔

❽ تلاوت قرآن کے بعد۔ (ترمذی) اور بالخصوص ختم قرآن کے بعد۔ (طبرانی، ابویعلی)

اور بالخصوص پڑھنے والوں کی دعا بہ نسبت سننے والوں کے زیادہ مقبول ہے۔ (ترمذی، طبرانی)

❾ آب زمزم پینے کے وقت۔ (مستدرک حاکم)

❿ میت کے پاس حاضر ہوتے وقت۔ یعنی جو شخص نزع کی حالت میں ہو اس کے پاس آنے کے وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ (مسلم وسنن اربعہ)

⓫ مرغ کے آواز کرنے کے وقت۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

⓬ مسلمانوں کے اجتماع کے وقت۔ (صحاح ستہ عن عطفیۃ الانصاریۃ)

⓭ مجالس ذکر میں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

⓮ امام کے وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہنے کے وقت۔ (مسلم، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ)

فَائِدَہ: بظاہر امام جزری کی مراد اس سے وہ حدیث ہے جو ابوداود نے باب التشہد میں ذکر کی ہے۔ "وَ اِذَا قَرَءَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ يُجِبْكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى" یعنی جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، حق تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر دعا سے مراد صرف آمین کہنا ہے دوسری دعا مراد نہیں۔

⓯ اقامت نماز کے وقت۔ (طبرانی، ابن مردویہ)

⓰ بارش کے وقت۔ (ابوداود، طبرانی، ابن مردویہ عن سہل بن سعد الساعدی)

امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وتابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ عمل سنا ہے کہ بارش کے وقت خصوصیت سے دعاء مانگتے تھے۔

⓱ بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت۔ (ترمذی وطبرانی)

(۱۵۰) دعا کی قبولیت کے لئے بہت مجرب عمل

⓲ سورۂ انعام کی آیتِ کریمہ نمبر ۱۲۴ ﴿وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ﴾ میں دونوں اسم اللہ کے درمیان جو دعا کی جائے وہ بھی مقبول ہوتی ہے۔ امام جزری فرماتے ہیں ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا ہے اور بہت سے علماء سے اس کا مجرب ہونا منقول ہے۔

توضیح: حاجتوں کی تکمیل کروانے کے لئے اس عمل کا شروع اس طرح کیجئے کہ مذکورہ آیت پڑھنا شروع کیجئے (جیسے: ﴿وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ پھر اس آیت کا آگے کا حصہ چھوڑ کر اللہ سے اپنی ساری مرادیں مانگئے پھر آگے کا حصہ پڑھئے۔ ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ان شاء اللہ ضرور بالضرور دعا

قبول ہوگی۔

(۱۵۱) ایک جیب کترے نے عجیب نصیحت کی

ایک جیب کترا شام کو اپنے استاد کے پاس دو روپے لے کر گیا۔ اس نے کہا، آج سارا دن کیا کیا۔ کہنے لگا، مال تو بہت ہاتھ آیا تھا ایک گورے کی جیب کاٹی تھی جب لے کر چلا تو خیال آیا کہ اگر قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے گلہ کر دیا کہ آپ کے امتی نے میرے امتی کی جیب کاٹی تھی تو میں ان کو کیا منہ دکھاؤں گا تو میں نے بٹوہ اس کو واپس کر دیا۔ نافرمانوں کی ایسی شرم و حیا تھی تو فرمانبردار کیسے ہوں گے:

جو ساز سے نکلی ہے وہ سر سب نے سنی ہے ۔۔۔ جو تار پر بیتی ہے وہ بس دل کو پتہ ہے

(۱۵۲) جس اللہ کو زمین کے اوپر بھول نہ سکی تو زمین کے نیچے کیسے بھول سکتی ہوں

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا انتقال ہوگیا، تو خواب میں اپنی خادمہ کو ملیں، انہوں نے کہا کہ اماں! آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ کہا کہ میرے پاس منکر نکیر آئے، مجھ سے کہنے لگے، "مَنْ رَبُّكَ" تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے ان سے کہا کہ "مَنْ رَبُّكَ" تمہارا رب کون ہے اور کہاں سے آئے ہو تو فرشتوں نے کہا، اپنے پروردگار کے پاس سے۔ تو حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا، جب اتنی دور سے آنے پر تم اپنے رب کو نہیں بھولے تو میں چار ہاتھ زمین کے نیچے آ کر اپنے رب کو کیسے بھول سکتی ہوں۔

یہ نہیں کہا کہ "رَبِّیَ اللّٰہُ" کہا کہ جس رب کو ساری زندگی نہیں بھولی، اس کو چار ہاتھ زمین کے نیچے آ کر کیسے بھول جاؤں گی۔ انہوں نے کہا، چھوڑو اس کا کیا حساب لینا۔

خادمہ کہنے لگی کہ آپ کی گدڑی کہاں گئی؟ گدڑی ایک لمبا سا جبہ کو کہتے ہیں جو عرب پہنتے ہیں ہمارے یہاں اس کا کوئی دستور نہیں۔

حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا تھا کہ مجھے کفن میری گدڑی میں ہی دے دینا، میرے لئے نیا کپڑا نہ لانا۔ لیکن ان کی خادمہ نے دیکھا کہ بہت عالی شان پوشاک پہنی ہوئی ہیں، کہنے لگیں، کہ وہ گدڑی کہاں گئی؟

کہا کہ اللہ نے سنبھال کر رکھ دی ہے۔ کہ قیامت کے دن میری نیکیوں میں اس کو بھی تولے گا اور اس کا بھی وزن کرے گا۔

ہمارے دور اول کی حکومتیں اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ تھیں، ان کی تجارتیں اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ تھیں، ہماری تجارتیں اسلام کو مٹانے کا ذریعہ ہیں۔

(۱۵۳) گنجائش والا اسلام نبھے گا اور قربانی والا اسلام چلے گا

جب ملک فتح ہوگئے اور فتوحات کے دروازے کھل گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مشورہ کیا کہ اب یہ بوڑھے ہوگئے ہیں اور فتوحات ہوگئی ہیں، اب ان کی زندگی بڑی مشقت والی ہے انہیں چاہئے کہ اچھا کھائیں، اچھا لباس پہنیں، کوئی خادم رکھ لیں، جو کھانا پکایا کرے اور لباس اور آرام کا خیال کیا کرے۔ علی،

عبدالرحمن، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ چھ بڑے صحابی آپس میں مشورہ کر رہے ہیں انہوں نے کہا، بات کون کرے؟

طے یہ ہوا کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہو جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور ام المومنین ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور بات عرض کی کہ امیرالمومنین کو اب سختی پر نہیں رہنا چاہئے بڑی نرمی پر آ جانا چاہئے اور ان سے بات کریں اگر مان جائیں تو ہمارا نام بتا دیجئے اگر نہ مانیں تو ہمارا نام ظاہر نہ کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، ابا جان! آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اگر آپ خادم رکھ لیں جو آپ کے لئے کھانا پکایا کرے، لباس اچھا پہن لیا کریں، آپ کے پاس دور دور سے وفد آتے ہیں، کچھ آرام کر لیا کریں۔

فرمایا، حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بات کس نے تجھ سے کہی ہے؟

فرمایا کہ پہلے آپ یہ بتاؤ مانتے ہو کہ نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے تو میں مار مار کے ان کے چہرے لہولہان کر دوں، اے حفصہ! "صَاحِبُ الْبَيْتِ ادرى بما فيه" گھر والے کو پتہ ہوتا ہے کہ گھر کا حال کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے، تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا، اے حفصہ! تجھے اچھی طرح یاد ہے تو نے ایک مرتبہ چھوٹی سی میز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا رکھ دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کھانا نیچے رکھو، میں میز پر نہیں کھاؤں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کو نیچے رکھ کر کھایا تھا اور حفصہ! تجھے یاد ہے کہ حضور کے پاس ایک ہی جوڑا ہوتا تھا جسے وہ دھو کر پہنتے تھے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ابھی وہ کپڑا خشک نہیں ہوتا تھا کہ نماز کا وقت ہو جاتا تھا اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ کے کہتے تھے: یارسول اللہ! الصلوٰۃ الصلوٰۃ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ جوڑا خشک ہوتا تھا اور اسی کو پہن کر جاتے تھے۔

اے حفصہ! تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تیرے گھر میں ایک ٹاٹ تھا جسے تو دوہرا کر کے بچھاتی تھی، رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کے لئے ایک رات تو نے چوہرا کر کے بچھا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے حفصہ! اس ٹاٹ کو دوہرا کر دے، اس نے رات کو کھڑے ہونے سے مجھے روک دیا۔ اے حفصہ! تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چادریں ہدیہ میں بھیجی تھیں ایک چادر پہلے بھیج دی، دوسری چادر دیر سے بھیجی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا اسی چادر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانٹوں سے سی کر اور گانٹھ لگا کر اسے پہن کر نماز پڑھائی تھی۔ اے حفصہ! گھر والا اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اور پھر رونا شروع کیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی چیخیں نکل رہی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی چیخیں نکل رہی ہیں اور فرمایا حفصہ! سن لے میری مثال اور میرے ساتھیوں کی مثال ایسی ہے، تین راہی ہیں تین مسافر ہیں ایک اٹھا منزل کو چلا، ایک راستہ پر چلا اور وہ چلتا چلتا منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔ پھر دوسرا اُٹھا منزل کو چلا، ایک راستے پر چلا اور وہ چلتا چلتا منزلِ مقصود تک پہنچ گیا اب تیسرے کی باری ہے اور میں تیسرا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں اپنے نفس کو مجاہدے پر رکھوں گا اور دنیا کی

لذتوں سے ہٹا کر چلوں گا یہاں تک کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جاؤں، اگر میں نے اپنے راستے کو جدا کر دیا تو میں اپنے ساتھیوں سے نہیں مل سکتا، میں اسی طرح چلوں گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، اے امیر المؤمنین! کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ ان (کھردرے) کپڑوں سے زیادہ نرم کپڑے پہنتے اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رزق میں بڑی وسعت عطا فرما دی ہے، اور مال بھی پہلے سے زیادہ عطا فرما دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تمہارے خلاف دلیل تم سے ہی مہیا کرتا ہوں۔ کیا تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقت اور سختی والی زندگی یاد نہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت کی تنگی کے واقعات یاد دلاتے رہے، یہاں تک کہ وہ رونے لگیں، پھر ان سے فرمایا، تم نے مجھے یہ کہا ہے لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے گا میں مشقت اور تنگی والی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضرات جیسی زندگی گزاروں گا تاکہ مجھے آخرت میں نعمتوں اور راحتوں والی دونوں حضرات جیسی زندگی مل سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زہد کے باب میں اس بارے میں بہت سی مختصر اور لمبی روایتیں گزر چکی ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)

(نوٹ: الفاظ میرے ذاتی ہیں مضمون حیاۃ الصحابہ میں دیکھئے۔ مرتب)

(۱۵۴) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا منظر

پھر اللہ نے دلھا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ ملا دیا۔ جب ابولولو نے خنجر مارا اور آپ گرے، آنتیں کٹ گئیں اور خون بہنے لگا، غذا کھلائی تو آنتوں سے باہر نکل گئی، پتہ چل گیا کہ اب میں نہیں بچتا تو اپنے بیٹے کو بلایا، اے عبداللہ جاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جا کر اجازت لو۔ امیر المؤمنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن ہونا چاہتا ہے۔

وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں حاضر ہوئے، دروازے پر دستک دی، کہا عبداللہ حاضر ہے، امیر المؤمنین یہ اجازت چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن کیے جائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں اور فرمانے لگیں، اے عبداللہ! یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لایا جائے۔

واپس جا کر اپنے ابا جان سے فرمایا، خوشخبری ہو آپ کو اجازت مل گئی۔

فرمایا، بیٹا نہیں نہیں ہوسکتا ہے کہ میری شرم میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت دی ہو، جب میں مر جاؤں میرے جنازے کو دروازے پر رکھنا پھر دوبارہ اجازت مانگنا، اگر اجازت دے دیں تو دفن کر دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو بیٹے نے سر کو گود میں رکھا ہوا تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، بیٹا میرا سر زمین پر رکھ دو۔ حضرت عبداللہ کو سمجھ میں نہیں آیا کیا کہہ رہے ہیں۔ کہا، بیٹا! میرا سر زمین پر رکھ، اب مجھے لفظ یاد نہیں کیا لفظ فرمایا "تربت یداك"، یا یوں فرمایا، "ثکلتك امك" تیری ماں تجھے روئے، تیرے ہاتھ ٹوٹے، مجھے زمین پر ڈال، میں اپنے چہرے کو خاک آلود کرنا چاہتا ہوں تاکہ میرے مولیٰ کو میرے اوپر رحم آجائے۔

یہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا، میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ انتقال ہوا، نمازِ جنازہ پڑھی گئی، جنازہ اُٹھا، حجرۂ مبارک کے سامنے جنازہ رکھا گیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اے ام المؤمنین! امیر المؤمنین دروازے پر آ چکے ہیں اور اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: "مرحبا امیرالمؤمنین! مرحبا امیر المؤمنین" بے شک امیرالمؤمنین کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ امیرالمؤمنین کو اندر آنے کی اجازت ہے۔

میرے بھائیو! اللہ نے دکھا دیا کہ جو نبی ﷺ کے طریقے پر چلتا ہے، میں اسے کیسے ساتھ ملاتا ہوں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اوڑھنی سر پر رکھی اور باہر نکل گئیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کے پڑوس میں دفن کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں قیامت کے دن اٹھوں گا، اور میرے دائیں طرف ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے اور بائیں طرف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے آگے آگے اذان دیتے ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جب ابولولو نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نیزے کے دو وار کئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ شاید ان سے لوگوں کے حقوق میں کوئی ایسی کوتاہی ہوئی ہے جسے وہ نہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن سے بہت محبت تھی، وہ اپنے قریب ان کو رکھتے تھے اور ان کی بات سنا کرتے تھے اور ان سے فرمایا، میں یہ چاہتا ہوں کہ تم یہ پتہ کرو کہ کیا میرا یہ قتل لوگوں کے مشورے سے ہوا ہے؟ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر چلے گئے۔ وہ مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے وہ روتے نظر آتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں واپس آ کر عرض کیا، یا امیر المؤمنین! میں جس جماعت کے پاس سے گزرا میں نے اُن کو روتے ہوئے پایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آج اُن کا پہلا بچہ گم ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، حضرت مغیرہ بن شعبہ کے مجوسی غلام ابولولو نے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا کہ ان کا قاتل مسلمان نہیں بلکہ مجوسی ہے) تو میں نے ان کے چہرے میں خوشی کے آثار دیکھے اور وہ کہنے لگے، تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرا قاتل ایسے آدمی کو نہیں بنایا جو "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہہ کر مجھ سے حجت بازی کر سکے۔ غور سے سنو! میں نے تم کو کسی عجمی کافر غلام کو ہمارے یہاں لانے سے منع کیا تھا لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔ پھر فرمایا، میرے بھائیوں کو بلا لاؤ۔ لوگوں نے پوچھا، وہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبداللہ بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجا۔ پھر اپنا سر میری گود میں رکھ دیا۔ جب وہ حضرات آ گئے تو میں نے کہا، یہ سب آ گئے ہیں۔ تو فرمایا، اچھا! میں نے مسلمانوں کے معاملہ میں غور کیا ہے، میں نے آپ چھ حضرات کو مسلمانوں کا سردار اور قائد پایا ہے اور یہ امر خلافت صرف تم میں ہی ہوگا۔ جب تک تم سیدھے رہو گے اس وقت تک لوگوں کی بات بھی ٹھیک رہے گی۔ اگر مسلمانوں میں اختلاف ہوا تو پہلے تم میں ہوگا۔ جب میں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپس کے اختلافات کا ذکر کیا ہے تو میں نے سوچا کہ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں کہہ رہے ہیں کہ اگر اختلاف ہوا لیکن یہ اختلاف ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی چیز کہی ہو اور میں نے اسے نہ دیکھا ہو۔ پھر ان کے زخموں سے بہت سا خون نکلا

جس سے وہ کمزور ہوگئے۔ وہ چھ حضرات آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ لوگ ابھی اپنے میں سے کسی ایک سے بیعت ہو جائیں گے اس پر میں نے کہا ابھی امیر المؤمنین زندہ ہیں اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہونے چاہئیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں (ابھی کسی کو خلیفہ نہ بناؤ) پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، مجھے اٹھاؤ۔ چنانچہ ہم نے ان کو اٹھایا پھر انہوں نے فرمایا، تم لوگ تین دن مشورہ کرو اور اس عرصہ میں حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں۔ ان حضرات نے پوچھا، ہم کن سے مشورہ کریں، انہوں نے فرمایا، مہاجرین اور انصار سے اور یہاں جتنے لشکر ہیں ان کے سرداروں سے۔ اس کے بعد تھوڑا سا دودھ منگایا اور اسے پیا تو دونوں زخموں میں سے دودھ کی سفیدی باہر آنے لگی جس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھ لیا کہ موت آنے والی ہے۔ پھر فرمایا، اب اگر میرے پاس ساری دنیا ہوتو میں اسے موت کے بعد آنے والی ہولناک منظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں۔ لیکن مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ میں خیر ہی دیکھوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا بہترین بدلہ اللہ آپ کو عطا فرمائے، کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس زمانے میں مسلمان مکہ میں خوف کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی کہ آپ کو ہدایت دے کر اللہ تعالیٰ دین کو اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمائے۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ کا اسلام عزت کا ذریعہ بنا اور آپ کے ذریعہ سے اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کھلم کھلا سامنے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ کی ہجرت فتح کا ذریعہ بنی۔ پھر جتنے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے قتال فرمایا آپ کسی سے پیچھے نہ رہے بلکہ ہر غزوہ میں حاضر ہوئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ رسول کی خوب زوردار مدد کی اور ماننے والوں کو لے کر آپ نے نہ ماننے والوں کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ لوگ طوعاً وکرہاً اسلام میں داخل ہوگئے (بہت سے لوگ خوشی سے داخل ہوئے، کچھ ماحول اور حالات سے مجبور ہوکر داخل ہوئے) پھر ان خلیفہ کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا اور آپ نے اس ذمہ داری کو اچھے طریقہ سے انجام دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے بہت سے نئے شہر آباد کرائے (جیسے کوفہ اور بصرہ) اور (مسلمانوں کے لئے روم فارس کے) سارے اموال جمع کر دیئے اور آپ کے ذریعہ دشمن کا قلع قمع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہر گھر میں آپ کے ذریعہ دین کو بھی ترقی عطا فرمائی اور رزق میں بھی وسعت عطا فرمائی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتمہ میں شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا، یہ مرتبہ شہادت آپ کو مبارک ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! تم (ایسی باتیں کرکے) جسے دھوکہ دے رہے ہو اگر وہ ان باتوں کو اپنے لئے مان جائے گا تو وہ واقعی دھوکہ کھانے والا انسان ہے، پھر فرمایا اے عبداللہ! کیا تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی میرے حق میں ان تمام باتوں کی گواہی دے سکتے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، جی ہاں! تو فرمایا، اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ میری گواہی دینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تیار ہوگئے ہیں، پھر فرمایا)، اے عبداللہ بن عمر! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو، (حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) میں نے ان کا سر اپنی ران سے اٹھا کر اپنی پنڈلی پر رکھ دیا۔ تو فرمایا، نہیں! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی داڑھی اور رخسار کو اٹھا کر زمین پر رکھ دیا، اور فرمایا: او عمر! اگر اللہ نے تیری مغفرت نہ کی تو پھر اے عمر! تیری بھی ہلاکت ہے اور تیری ماں کی بھی ہلاکت ہے، اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ رحمہ اللہ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال

ہو گیا تو ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا، حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ! آپ لوگوں کو حکم دے گئے ہیں کہ آپ لوگ مہاجرین اور انصار سے اور جتنے لشکر یہاں موجود ہیں ان کے امراء سے مشورہ کریں۔ اگر آپ لوگ یہ کام نہیں کرو گے تو میں آپ لوگوں کے پاس نہیں آؤں گا، جب حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے انتقال کے وقت کے عمل کا اور ان کے اپنے رب سے ڈرنے کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے کہا، مؤمن ایسے ہی کیا کرتا ہے کہ عمل بھی اچھے طریقے سے کرتا ہے اور اللہ سے بھی ڈرتا ہے اور منافق عمل بھی برے کرتا ہے اور اپنے بارے میں دھوکہ میں مبتلا رہتا ہے، اللہ کی قسم! گزشتہ زمانے میں اور موجودہ زمانے میں میں نے یہی پایا کہ جو بندہ اچھے عمل میں ترقی کرتا ہے وہ اللہ سے ڈرنے میں بھی ترقی کرتا ہے اور جو برے عمل میں ترقی کرتا ہے اس کا اپنے بارے میں دھوکہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔

حضرت عمرو بن میمون حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا، دیکھو! مجھ پر کتنا قرض ہے، اس کا حساب لگاؤ۔ انہوں نے کہا، چھیاسی ہزار (۸۶۰۰۰)۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، اگر عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لے کر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا۔ ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ اتر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ (میرے قبیلہ) قریش سے مانگنا ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو، عمر بن خطاب اپنے ساتھیوں (حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حجرۂ مبارک میں) دفن ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ عمر بن خطاب کہنا اور اس کے ساتھ امیر المؤمنین نہ کہنا، کیونکہ میں آج امیر المؤمنین نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہیں۔ سلام کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لئے نیت کی ہوئی تھی، لیکن میں آج حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔ (یعنی ان کو اجازت ہے) جب حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ واپس آئے تو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، تم کیا جواب لائے ہو؟ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا (اس وقت) میرے نزدیک اس کام سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تم میرے جنازے کو اٹھا کر (حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے دروازے کے سامنے) لے جانا۔ پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمر بن خطاب (حجرہ میں دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا (اور اس حجرہ میں دفن کر دینا) اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے واپس کر کے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ جب حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جنازے کو اٹھایا گیا تو (سب کی چیخیں نکل گئیں اور) ایسا لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمر بن خطاب (اندر دفن ہونے کی) اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ دفن ہونے کا شرف عطا فرما دیا۔ جب

حضرت عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا، آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا میں (ان چھ آدمیوں کی) اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امر خلافت کا حقدار نہیں پاتا ہوں کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اس حال میں انتقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے۔ یہ جسے بھی خلیفہ بنالیں وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمْ کے نام لئے۔ اگر خلافت حضرت سعد رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی خلافت سے) کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا اور حضرت عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ کے لئے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ جب یہ چھ حضرات جمع ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے کہا، اپنی رائے کو تین آدمیوں کے حوالے کر دو۔ چنانچہ حضرت زبیر رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے اپنا اختیار حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ کو اور حضرت طلحہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے حضرت عثمان رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ کو اور حضرت سعد رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ کو دے دیا۔ جب ان تینوں کو اختیار مل گیا تو ان تینوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰن نے کہا، کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ یہ فیصلہ میرے حوالہ کر دو اور میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ تم میں سے سب سے افضل آدمی کی اور مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ مفید شخص کی تلاش میں کمی نہیں کروں گا۔ دونوں حضرات نے کہا، ہم دونوں تیار ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ سے تنہائی میں بات کی اور کہا کہ آپ کو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے رشتہ داری بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو کیا آپ انصاف کریں گے؟ اور اگر میں حضرت عثمان (رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ) کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے؟ حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے کہا، جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے حضرت عثمان رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ سے تنہائی میں بات کی اور ان سے بھی یہی پوچھا۔ حضرت عثمان رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے جواب میں کہا، جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے حضرت عثمان رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ سے کہا، اے عثمان رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں، چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عبدالرحمٰن رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے ان سے بیعت کی۔ پھر حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ اور باقی لوگوں نے بیعت کی۔

حضرت عمرو رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ سے بھی یہ روایت ہے کہ جب حضرت عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے کہا، (حضرت) علی، (حضرت) طلحہ، (حضرت) زبیر، (حضرت) عثمان اور (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف (رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمْ) کو میرے پاس بلا کر لاؤ چنانچہ یہ حضرات آگئے، ان حضرات میں سے صرف حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ اور حضرت عثمان رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ سے گفتگو فرمائی۔ چنانچہ حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ سے فرمایا، اے علی! یہ حضرات آپ کی حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے رشتہ داری کو اور ان کے داماد ہونے کو بھی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم اور فقہ عطا فرمایا ہے اسے بھی جانتے ہیں، لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی بنو ہاشم) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر حضرت عثمان رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ سے فرمایا، اے عثمان! یہ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے داماد ہیں اور آپ کی عمر زیادہ ہے اور آپ بڑی شرافت والے ہیں، لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں

(یعنی اپنے رشتہ داروں) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر فرمایا، حضرت صہیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو میرے پاس بلا کر لاؤ (وہ آئے تو) ان سے فرمایا، تم لوگوں کو تین دن نماز پڑھاؤ۔ یہ (چھ) حضرات ایک گھر میں جمع رہیں، اگر یہ حضرات کسی ایک کے خلیفہ ہونے پر متفق ہو جائیں تو جو ان کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دینا۔

حضرت ابو جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرات شوری سے فرمایا آپ لوگ اپنے امر خلافت کے بارے میں مشورہ کریں۔ (اور اگر رائے میں اختلاف ہو اور چھ حضرات) اگر دو اور دو اور دو ہو جائیں یعنی تین آدمیوں کو خلیفہ بنانے کی رائے بن رہی ہو تو پھر دوبارہ مشورہ کرنا اور اگر چار اور دو ہو جائیں تو زیادہ کی یعنی چار کی رائے کو اختیار کر لینا۔ حضرت اسلم حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، اگر رائے کے اختلاف کی وجہ سے یہ حضرات تین اور تین ہو جائیں تو جدھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہوں ادھر کی رائے اختیار کر لینا اور ان حضرات کے فیصلہ کو سننا اور ماننا۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابو طلحہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلا کر فرمایا: اے ابو طلحہ! تم اپنی قوم انصار کے پچاس آدمی لے کر ان حضرات شوری کے ساتھ رہنا میرا خیال یہ ہے کہ یہ اپنے میں سے کسی ایک کے گھر جمع ہوں گے تم ان کے دروازے پر اپنے ساتھی لے کر کھڑے رہنا اور کسی کو اندر نہ جانے دینا اور نہ ان کو تین دن تک چھوڑنا یہاں تک کہ یہ حضرات اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کر لیں۔ اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہے۔ (الفاظ ذاتی ہیں، مضمون دیکھئے حیاۃ الصحابہ، جلد۲ صفحہ ۴۷ سے ۵۲)

۱۵۵ حل مشکلات کا نبوی نسخہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مشکل میں یہ دعا فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزَنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا ط"

تَرْجَمَۃ: "اے اللہ! کچھ آسان نہیں مگر جسے آپ آسان بنا دیں، آپ غم کو جب چاہیں آسان بنا دیں۔"

(ابن حبان، جلد۳ صفحہ ۹۷۴، ابن سنی، ۳۱۱، بسند صحیح)

۱۵۶ ہر رنج و غم دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت مکحول رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے گا، اللہ اس کے حق میں مصائب و آلام کے ستر دروازے بند فرما دے گا (یعنی تمام دروازے) جس کا ادنیٰ فقر ہے۔

"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَاً مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ط"

تَرْجَمَۃ: "نہ کوئی قوت ہے، نہ طاقت ہے، سوائے اللہ کے۔ نہ کوئی جائے پناہ ہے اللہ سے مگر اسی کی طرف۔"

(ابو نعیم، جلد۳، صفحہ ۱۵۶۰، ابن ابی شیبہ، جلد۱۰، صفحہ ۴۲۹)

۱۵۷ فقر دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، تم کو اس بات سے کون سی چیز روکتی ہے کہ

جب تنگی معیشت ہو تو جب گھر سے نکلو تو پڑھو:

”بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَمَالِيْ وَدِيْنِيْ ط اَللّٰهُمَّ رَضِّنِيْ بِقَضَآئِكَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا قُدِّرَلِيْ حَتّٰى لَآ اُحِبَّ تَعْجِيْلَ مَآ اَخَّرْتَ وَلَا تَاخِيْرَ مَا عَجَّلْتَ ط“

ترجمہ: ”اللہ کا نام اپنی جان، مال و دین پر، اے اللہ اپنے فیصلہ سے مجھے راضی فرما دے اور جو مقدر فرمائیں اس میں برکت عطا فرما تا کہ جسے آپ تاخیر سے دیں اس میں جلدی اور جسے آپ جلدی نوازیں اس میں تاخیر میں نہ چاہوں۔“ (نزل الابرار، صفحہ ۲۶۴، ابن سنی، صفحہ ۳۵۰)

(۱۵۸) امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں عجیب دُعا سکھائی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ مقرر تھا، ایک لاکھ درہم۔ ایک ماہ وظیفہ آنے میں دیر ہوگئی اور بڑی تنگی آئی تو خیال آیا کہ خط لکھ کر یاد دلاؤں قلم اور دوات منگوایا پھر یکدم چھوڑ دیا، قلم کاغذ سرہانے رکھ کر سو گئے، خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا، حسن! میرے بیٹے ہو کر مخلوق سے مانگتے ہو؟ کہا، تنگی آگئی ہے۔

تو فرمایا، تو میرے اللہ سے کیوں نہیں مانگتا؟

کہاں، کیا مانگوں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مندرجہ ذیل دعا سکھائی:

”اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِيْ قَلْبِيْ رَجَآءَكَ، وَاقْطَعْ رَجَآئِيْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰى لَآ اَرْجُوْٓا اَحَدًا غَيْرَكَ ط اَللّٰهُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِيْ وَقَصُرَ عَنْهُ اَمَلِيْ، وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَيْهِ رَغْبَتِيْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْاَلَتِيْ وَلَمْ يَجْرِ عَلٰى لِسَانِيْ مِمَّآ اَعْطَيْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ مِنَ الْيَقِيْنِ فَخُصَّنِيْ بِهٖ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ط“

ترجمہ: ”اے اللہ! ہمارے دل کو اپنی امیدوں سے وابستہ فرما، اور اپنے علاوہ سے ہماری امیدیں ختم فرما، یہاں تک کہ تیرے علاوہ کسی سے امید نہ ہو۔ اے اللہ! میری قوت کمزور ہوگئی، امید ختم ہوگئی اور میری رغبت تیری طرف ختم نہیں ہوئی، نہ میرا سوال تجھ تک پہنچ سکا اور میری زبان پر وہ یقین نہ جاری ہو سکا جو تو نے اولین و آخرین کو دیا۔ اے رب العالمین! مجھے بھی اس کے ساتھ خاص کر دے۔“

کیا زبردست دعاء ہے، بیٹا یہ دعاء مانگ، چند دن کے بعد ایک لاکھ کے بجائے پندرہ لاکھ پہنچ گیا۔

(الارج، ابن ابی الدنیا ۳/۸۶، الدعاء المسنون، صفحہ ۵۲۰)

(۱۵۹) نعت از قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالیٰ

نبیٔ اکرم شفیعِ اعظم، دُکھے دِلوں کا سلام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے، کھڑے ہوئے ہیں پیام لے لو

شکستہ کشتی ہے تیز دھارا، نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں ہے کوئی ناخدا ہمارا، خبر تو عالی مقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوف رہزن، زمین بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن، تم ہی محبت سے کام لے لو
عجیب مشکل میں کارواں ہے، نہ کوئی جادہ ہے نہ پاسباں ہے
بشکل رہبر چھپے ہیں رہزن، اُٹھو ذرا انتقام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے، کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے، خبر تو خیر الانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارماں ہے اپنے یونس مزارِ اقدس پہ جا کے ایک دن
سناؤں ان کو میں حالِ دل کا، کہوں میں ان سے سلام لے لو
نبیِٔ اکرم شفیعِ اعظم، دُکھے دلوں کا سلام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے، کھڑے ہوئے ہیں پیام لے لو

قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

(۱۶۰) یار رہے یارب تو میرا

یار رہے یا رب تو میرا اور میں تیرا یار رہوں
مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت خلق سے میں بیزار رہوں
ہر دم ذکر و فکر میں تیرے مست رہوں سرشار رہوں
ہوش رہے نہ مجھ کو کسی کا تیرا مگر ہوش یار رہے
اب تو رہے تادم آخر وردِ زبان اے میرے الٰہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا موجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
اب تو رہے تادم آخر وردِ زبان اے میرے الٰہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

دونوں جہاں میں جو کچھ ہے سب ہے تیرے زیرِ نگیں
جن و انس و حور و ملائک عرش و کرسی چرخ و زمیں
کون و مکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نورِ مبیں
کوئی نہیں ہے کوئی نہیں کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے تا دم آخر وردِ زباں اے میرے الہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پہ سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے تیرے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے الہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

تیرا گدا بن کر میں کسی کا دست نگر اے شاہ نہ ہوں
بندۂ مال و زر نہ بنوں طالب عز و جاہ نہ ہوں
راہ پہ تیری پڑ کے قیامت تک میں کبھی بے راہ نہ ہوں
چین نہ لوں میں، جب تک رازِ وحدت سے آگاہ نہ ہوں

اب تو رہے تا دم آخر وردِ زباں اے میرے الہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

یار رہے یا رب تو میرا اور میں تیرا یار رہوں
مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت خلق سے میں بیزار رہوں

(۱۶۱) اللہ نے کان دو دیئے ہیں (یعنی زیادہ سنو) زبان ایک دی ہے (یعنی ڈھنگ کا بولو اور کم بولو) سخت بات سے اصلاح نہیں ہوتی

نرم اور میٹھی بات کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے بغیر ہڈی کے زبان بنائی ہے، جس طرح زبان میں ہڈی نہیں ہوتی اسی طرح تمہاری بات میں بھی ہڈی نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ سخت بات سے عام طور پر اصلاح نہیں ہوتی۔

(۱۶۲) اللہ تک پہنچنے کے لئے بے شمار راستے ہیں

جب بندہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ بھی اسے قرب عطا فرماتے ہیں، حدیث پاک میں ہے:

"مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا."

تَرْجَمَہ: "جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے، میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔"

دیکھیے! کس قدر پیار ہے اللہ کو اپنے بندوں سے لیکن اپنی طرف سے طلب تو ہو، وہ تو اس قدر مہربان ہے کہ ہماری طرف سے طلب میں ضرور دستگیری فرماتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ﴾ (پارہ ۲۱، سورۃ العنکبوت، آیت ۶۹)

تَرْجَمَہ: "اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقت برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھلاتے ہیں۔"

یعنی جو لوگ راہِ خدا میں جدوجہد کرتے ہیں، ان کے لئے راستے کھول دیئے جاتے ہیں۔ بزرگوں کا قول ہے:

"طرق الوصول الی اللّٰہ بعدد انفس الخلائق"

معلوم ہوا کہ اللہ تک پہنچنے کے لئے بے شمار راستے ہیں، ضروری نہیں کہ ہر ایک کے لئے ایک ہی طریقہ ہو، بلکہ حالات وصلاحیت کے لحاظ سے الگ الگ ہو سکتا ہے، عالم کے لئے الگ، اللہ کے علم والے کے لئے الگ، اور کم فرصت والے کے لئے الگ الگ طریقے ہوں گے۔ تاہم شرط ایک ہے، طلب ہو، اس کی فکر اور لگن ہو۔

(۱۶۳) طلب مجنوں کی طرح

در راہ لیلیٰ خطرہ است بجاں — شرط اول آنکہ تو مجنوں باشی

لیلیٰ کی راہ میں جان کو خطرہ ہے، شرط یہ ہے کہ تو مجنوں بن جائے۔

لہٰذا پہلے ہمیں اللہ کی راہ کا مجنوں بننا پڑے گا، اور جس کے پاس اللہ کی محبت ہے، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا پڑے گا، علماء، صلحا، اور بزرگوں کے پاس، ان کی مجلسوں میں آنا جانا ہوگا، پھر انشاء اللہ تم کو بھی وہ محبت کی آگ لگ جائے گی، اس کے بعد تو دل کی دنیا بدل جائے گی۔ ؎

جو خاصیت آگ کی ہے وہ خاصیت عشق کی ہے — ایک خانہ بہ خانہ ہے ایک سینہ بہ سینہ ہے

دنیا کی آگ سے جو قریب ہوتا ہے وہ آگ اس کو جلا دیتی ہے، اس طرح جن اللہ والوں کے دلوں میں عشق کی آگ ہے وہ ان سے قریب ہوتا ہے۔

(۱۶۴) اصلی اور نقلی مجنون

ایک دفعہ مجنوں ایک جگہ پر بیٹھا لیلیٰ لیلیٰ کر رہا تھا، لیلیٰ نے اپنے خادم کو دودھ دے کر بھیجا کہ مجنوں کو پہنچا آؤ۔ ایک شخص نے دیکھا کہ مجنوں کے لئے دودھ جا رہا ہے، راستہ میں بناوٹی مجنوں بن کر بیٹھ گیا، خادم نے مجنوں سمجھ کر اس کو ہی دودھ دے دیا اور اس نے پی لیا۔ خادم جب واپس پہنچا تو لیلیٰ نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا مجنوں کو دے دیا اور اس نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بھیجا، پھر وہی بناوٹی مجنوں پی گیا۔ تیسرے دن بھی وہی پی گیا۔ لیلیٰ نے سوچا کہ امتحان لینا چاہئے۔ چنانچہ خادم کو چھری اور گلاس دے کر بھیجا اور کہا کہ جاؤ، مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ بیمار ہے اور حکیم نے کہا ہے کہ مجنوں کا خون پئے گی تو

صحت یاب ہوگی، لہٰذا لیلیٰ کو تیرے خون کی ضرورت ہے۔ اب خادم نے اس سے جا کر کہا، اس نے کہا کہ بھائی! میں تو دودھ پینے والا مجنوں ہوں، خون دینے والا مجنوں نہیں۔ وہ تو جنگل میں بیٹھا ہے، چنانچہ خادم اصل مجنوں کے پاس پہنچا تو اس نے فوراً اپنے بدن پر چاقو چلایا، لیکن خون نہیں نکلا کیونکہ لیلیٰ کے عشق میں اس کے بدن کا سارا خون ختم ہوگیا تھا۔ ؎

عشق مولیٰ کے کم از عشق لیلیٰ بود ۔ کوئے گشتن بہراو اولیٰ بود

اندازہ لگائیے کہ لیلیٰ کے عشق میں مجنوں کتنا بے قرار ہوا کہ اس کے بدن کا سارا خون ختم ہوگیا، یہ دنیا کی محبت کا حال ہے، اصل اللہ کی محبت حاصل کرنی چاہیے۔

(۱۶۵) محبت الٰہی کے ساتھ محبت نبوی

اللہ کی محبت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی محبت بھی پیدا کرنی ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" (مسلم شریف، ۴۹)

تَرْجَمَہ: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کے والد، اولاد اور سارے لوگوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔"

یعنی جب ہر ایک کے مقابلہ میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت ہوگی تو ہی اتباع واطاعت ہوسکے گی، جس کو اطاعت کی توفیق مل جائے، نماز وروزہ کی توفیق ہوجائے تو فخر نہیں کرنا چاہیے، اور جو نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہیں ہے، اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ پیار ومحبت سے سمجھانا چاہیے تاکہ اطاعت والی زندگی میں رنگ آجائے۔

(۱۶۶) عرش جب میدانِ محشر میں اترے گا سارے فرشتے عجیب تسبیح پڑھیں گے وہ تسبیح مندرجہ ذیل ہے

امام ابن جریر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے یہاں پر ایک لمبی حدیث لکھی ہے جس میں صور وغیرہ کا مفصل بیان ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ مسند وغیرہ میں یہ حدیث ہے، اس میں ہے کہ جب لوگ گھبرا اٹھیں گے تو انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ سے شفاعت طلب کریں گے۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ سے لے کر ایک ایک پیغمبر کے پاس جائیں گے اور وہاں سے صاف جواب پائیں گے، یہاں تک کہ ہمارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ کے پاس پہنچیں گے۔ آپ ﷺ جواب دیں گے کہ میں تیار ہوں، میں ہی اس کا اہل ہوں۔ پھر آپ ﷺ جائیں گے اور عرش تلے سجدے میں گر پڑیں گے اور اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں گے کہ وہ بندوں کا فیصلہ کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا اور بادلوں کے سائبان میں آئے گا۔ آسمانِ دنیا ٹوٹ جائے گا اور اس کے تمام فرشتے آجائیں گے۔ پھر دوسرا بھی پھٹ جائے گا اور اس کے فرشتے بھی آجائیں گے۔ اسی طرح ساتوں آسمان شق ہوجائیں گے اور ان کے فرشتے آجائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا عرش اُترے گا اور بزرگ تر فرشتے نازل ہوں گے اور خود وہ جبار خدا تشریف لائے گا، فرشتے سب کے سب تسبیح خوانی میں مشغول ہوں گے۔ ان کی تسبیح اُس وقت یہ ہوگی:

"سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ، سُبْحَانَ الَّذِیْ يُمِيْتُ الْخَلَائِقَ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ، سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰى، سُبْحَانَ ذِی السُّلْطَانِ وَالْعَظْمَةِ، سُبْحَانَهٗ سُبْحَانَهٗ اَبَدًا اَبَدًا"

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۱ صفحہ ۲۸۸)

(۱۶۷) عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو

صحیح مسلم میں حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حجۃ الوداع کے اپنے خطبے میں فرمایا، لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم نے اللہ کی امانت سے انہیں لیا ہے اور اللہ کے کلمہ سے ان کی شرم گاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے۔ عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے فرش پر کسی ایسے کو نہ آنے دیں جس سے تم ناراض ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو لیکن ایسی مار نہ ہو کہ ظاہر ہو۔ ان کا تم پر یہ حق ہے کہ انہیں اپنی بساط کے مطابق کھلاؤ، پلاؤ، پہناؤ اوڑھاؤ۔ ایک شخص نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ ہماری عورتوں کے ہم پر کیا حق ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اسے گالیاں نہ دو، اس سے روٹھ کر اور کہیں نہ بھیج دو، ہاں گھر میں ہی رکھو۔ اسی آیت کو پڑھ کر حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کے لئے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۱ صفحہ ۳۱۳)

(۱۶۸) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بہت روئے

ابن مردویہ میں ہے کہ حضرت عطاء رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت عبید بن عمیر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی، حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس آئے۔ آپ کے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ حضرت صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے پوچھا، عبید! تم کیوں نہیں آیا کرتے؟ حضرت عبید نے جواب دیا، اماں جان! صرف اس لئے کہ کسی شاعر کا قول ہے: "زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا" یعنی کم کم آؤ تاکہ محبت بڑھے۔ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا، اب ان باتوں کو چھوڑ دو۔ مائی صاحبہ! ہم یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں کہ سب سے زیادہ عجیب بات جو آپ نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دیکھی ہو وہ ہمیں بتاؤ۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا رو دیں اور فرمانے لگیں، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے تمام کام عجیب تر تھے۔ اچھا ایک واقعہ سنو، ایک رات میری باری میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میرے پاس آئے اور میرے ساتھ سوئے پھر مجھ سے فرمانے لگے، عائشہ! میں اپنے رب تعالیٰ کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں، مجھے جانے دو۔ میں نے کہا، یارسول اللہ! خدا تعالیٰ کی قسم! میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ آپ اللہ عزوجل کی عبادت بھی کریں۔ اب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کھڑے ہوئے اور ایک مشک میں سے پانی لے کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، پھر جو رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی، پھر سجدے میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہوگئی، پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ (حضرت) بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آکر نماز کے لئے بلایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے

آنسو رواں دیکھ کر دریافت کیا کہ اے خدا تعالیٰ کے سچے رسول! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، بلال! میں کیوں نہ روؤں! مجھ پر آج کی رات یہ آیت اتری ہے۔ ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ ...... الخ﴾ یعنی سورہ آل عمران کا آخری رکوع ویل یعنی ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اسے پڑھے اور پھر اس رکوع میں غور و تدبر نہ کرے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۴۹۵)

(۱۶۹) مہمان کو کھلایئے، اللہ کے مقرب بن جاؤ گے

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ مہمانوں کے ساتھ کھائیں۔ ایک دن آپ مہمان کی جستجو میں نکلے لیکن کوئی نہ ملا۔ واپس آئے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے۔ پوچھا! اے اللہ کے بندے تجھے میرے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے کہا اس مکان کے حقیقی مالک نے۔ پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں اسے یہ بشارت سنا دوں کہ خدا نے اسے اپنا خلیل کر لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا، پھر تو مجھے ضرور بتایئے کہ وہ بزرگ کون ہیں، خدا کی قسم وہ زمین کے کسی دور کے گوشے میں ہوں، میں ضرور جا کر اُن سے ملاقات کروں گا، پھر اپنی باقی زندگی ان کے قدموں میں ہی گزاروں گا۔ یہ سن کر حضرت ملک الموت نے کہا، وہ شخص خود آپ ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا، کیا سچ مچ میں ہی ہوں؟ فرشتے نے کہا، ہاں آپ ہی ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا آپ مجھے یہ بھی بتائیں گے کہ کس بنا پر، کن امور پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا؟ فرشتے نے فرمایا، اس لئے کہ تم ہر ایک کو دیتے رہتے ہو اور کسی سے خود کچھ طلب نہیں کرتے۔

روایت میں ہے کہ جب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیلِ خدا کے ممتاز اور مبارک لقب سے، خدا نے ملقب کیا تب سے ان کے دل میں اس قدر خوفِ خدا اور ہیبتِ رب سما گئی کہ ان کے دل کا اچھلنا دور سے اس طرح سنا جاتا تھا جس طرح فضا میں پرندے کی پرواز کی آواز۔ صحیح حدیث میں جناب رسول آخر الزماں ﷺ کی نسبت بھی وارد ہے کہ جس وقت خوفِ خدا آپ پر غالب آ جاتا تھا تو آپ کے رونے کی آواز جسے آپ ضبط کرتے جاتے تھے اس طرح دور و نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی جیسے کسی ہنڈیا کی کھد بدی کی آواز ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۶۴۴)

(۱۷۰) توبہ کی پختگی کے لئے اللہ کے راستہ میں نکلنا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ننانوے (۹۹) قتل کرنے والے نے سوچا کہ توبہ کر لوں، کسی ان پڑھ سے پوچھا کہ توبہ کرنا چاہتا ہوں، تو اس نے کہا، آپ کی کوئی توبہ نہیں۔

اس نے کہا پھر سو قتل پورے کر دوں؟ تو اس کو بھی ختم کر دیا تو سو ہو گئے۔

پھر کسی عالم سے پوچھا کہ میری توبہ ہو سکتی ہے، انہوں نے کہا، ہاں توبہ تو ہے لیکن یہ جگہ چھوڑ کے کہیں نیک لوگوں کی صحبت میں، چلے جاؤ۔

اب تو مصیبت یہ ہے کہ نیک لوگوں کی بستی کہاں ہے، تو اس عالم نے کہا، بیٹا! بستی چھوڑ دو۔ اس نے کہا، بخشش ہو جائے گی تو میں تیار ہوں۔ چل پڑے، راستے میں موت آ گئی اور سفر ابھی تھوڑا ہی طے ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے نمونہ بنایا تھا، دو فرشتے آ گئے جنت کے بھی اور دوزخ کے بھی۔ دوزخ والا کہتا ہے یہ ہمارا ہے۔ اور جنت والا کہتا ہے، یہ ہمارا ہے، جنت والے کہتے ہیں توبہ کر لی ہے۔ دوزخ والے کہتے ہیں، توبہ پوری ہی نہیں ہوئی، وہاں جا کے پوری ہونی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تیسرا فرشتہ بھیجا، اس نے کہا، اس کے سفر کی مسافت کو ناپو، اگر یہ یہاں سے گھر کے قریب ہے تو دوزخی، اگر نیک لوگوں کی بستی کے قریب ہے تو جنتی۔

جب فاصلہ ناپنے لگے تو نیک لوگوں کی بستی کا فاصلہ زیادہ تھا اور اپنی بستی کا فاصلہ تھوڑا تھا، اللہ تعالیٰ نے گھر کی طرف والی زمین سے کہا، پھیل جاؤ اور بستی والی زمین سے کہا سکڑ جاؤ تو وہ پھیلتی گئی اور یہ سکڑتی چلی گئی۔

یہاں چاروں طرف گند ہی گند ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہمیں ایک ماحول دیا ہے، دس بارہ آدمی ایک ایمانی فضا بن کر چل رہے ہوتے ہیں اس کے اندر جو چلا جاتا ہے تو ایک ایسی فضاء میں آ جاتا ہے ان کے اعمال اگرچہ کمزور ہوتے ہیں، اس کے اندر آہستہ آہستہ اس کے دل و دماغ میں توبہ کی طاقت پیدا کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے چلتا پھرتا ماحول ہمیں عطا فرما دیا ہے۔

نوٹ: الفاظ ذاتی ہیں، یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔

(۱۷۱) آپ ﷺ نے قبرستان میں عجیب بیان کیا

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، اور قبر تک پہنچے تو آں حضرت ﷺ وہاں بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے اطراف بیٹھے تھے اور ایسے خاموش گویا پرندے ہمارے سروں پر بیٹھ گئے ہیں (ہمیں خاموش و بے حرکت دیکھ کر) آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، زمین پر اس سے ایک شغل کے طور پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمانے لگے، عذاب قبر سے خدا کی پناہ مانگو! دو یا تین دفعہ فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ مؤمن جب دنیا سے اٹھنے لگتا ہے اور آخرت کا رخ کرتا ہے تو آسمان سے روشن چہرے والے فرشتے اُترتے ہیں، جنت کا کفن لئے ہوئے ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبوئیں ساتھ لاتے ہیں۔ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں، پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں: ''اے مطمئن روح! مغفرتِ خداوندی کی طرف چل'' یہ سنتے ہی روح نکل پڑتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کے قطرے نکلنے لگتے ہیں، روح نکلتے ہی چشم زدن میں وہ اس کو جنتی کفن پہنا دیتے ہیں اور جنتی خوشبو میں اس کو بساتے ہیں، وہ مشک کی ایسی بہتر خوشبو ہوتی ہے کہ دنیا میں جو بہترین ہو سکتی ہے اس کو لے کر آسمان پر چڑھنے لگتے ہیں۔ جہاں کہیں سے گزرتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں کہ یہ کس کی پاک روح لے جا رہے ہو؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ آسمان تک پہنچ کر دروازہ کھول دیا جاتا ہے ان کے ساتھ دوسرے تمام فرشتے بھی آسمانِ دوم تک ساتھ آتے ہیں۔ اسی طرح آسمان بہ آسمان ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو علیین کے دفتر میں لکھ لو اور زمین کی طرف واپس کر دو۔ کیونکہ میں نے اس کو مٹی ہی سے پیدا کیا ہے۔ اسی کے اندر اس کو واپس کرتا ہوں اور پھر دوسری بار اُسی کے اندر سے اس کو اٹھاؤں گا۔ اب اس کی روح واپس کی جاتی ہے، یہاں دو فرشتے آتے ہیں، اس کے پاس بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں

کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے۔ پھر پوچھتے ہیں، تمہارا دین کون سا ہے؟ وہ کہتا ہے، اسلام میرا دین ہے۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون شخص ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ خدا کے رسول تھے۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تمہارا ذریعۂ علم کیا تھا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تھی، اس پر ایمان لایا تھا۔ اب آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لئے جنت کا فرش لاؤ، جنت کے کپڑے پہناؤ اور جنت کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو تاکہ جنت کی ہوا اور خوشبو اس کو پہنچتی رہے۔ اس کی قبر تا حدِ نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے۔ ایک خوبصورت شخص اچھے لباس میں خوشبو میں بسا ہوا اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے خوش ہو جاؤ کہ تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا آج پورا کیا جاتا ہے۔ وہ پوچھے گا، تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا، میں تمہارا عملِ صالح ہوں۔ تو متوفی کہے گا، اے خدا!!! اسی وقت قیامت قائم کر دے، میں اپنے اہل اور مال سے ملوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کافر جب دنیا سے منہ موڑنے لگتا ہے تو سیاہ رنگ کے فرشتے ٹاٹ لئے ہوئے آ پہنچتے ہیں اور تا حدِ نظر ہوتے ہیں۔ اب ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث روح! نکل اور خدا کی ناراضی اور غضب کی طرف جا تو وہ جسم کے اندر گھسنے لگتی ہے۔ فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں جیسا کہ لوہے کی سیخ بھیگے ہوئے بالوں کے اندر سے نکالی جاتی ہے۔ وہ اس کو لیتے ہی طرفۃ العین میں ٹاٹ کے اندر لپیٹ لیتے ہیں، اس کے اندر سے سڑے ہوئے مردار کی طرح بدبو نکلتی ہے، اس کو لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں اور جہاں کہیں سے گزرتے ہیں فرشتے پوچھتے ہیں، یہ کس کی خبیث روح ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ اور جب آسمان پر پہنچ کر کہتے ہیں کہ دروازہ کھولو! تو نہیں کھولا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے "لَا تُفَتَّحُ" والی آیت پڑھی۔ اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس کو زمین کے طبقہ "سجین" میں لے جاؤ۔ چنانچہ اس کی روح وہاں پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ "جو اللہ کا شرک کرتا ہے گویا آسمان سے گر پڑا اور پرندے اس کا گوشت نوچ رہے ہوں یا ہوائیں دور دراز اس کو لیے اڑ رہی ہوں۔" اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے، دو فرشتے آ کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے، افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں، تیرا دین کون سا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، ہائے! میں واقف نہیں۔ اب دریافت کرتے ہیں کہ تیری طرف کون بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے، حیف مجھے علم نہیں۔ اب آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹ کہتا ہے، اس کے لئے دوزخ کا فرش لاؤ اور دوزخ کا دروازہ اس پر کھول دو تاکہ اس کو دوزخ کی حرارت اور بادِ گرم پہنچتی رہے۔ اس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے اور اتنا دباتی ہے کہ ہڈی پسلی مل جائے۔ ایک قبیح چہرے والا میلے کچیلے کپڑے پہنے بدبودار اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے تجھے اپنی بدبختیوں کی بشارت ہے یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ وہ پوچھتا ہے، تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے، میں تیرا عمل بد ہوں۔ کافر کہنے لگتا ہے کہ خدا کرے قیامت قائم نہ ہو (تاکہ مجھے دوزخ میں نہ جانا پڑے)۔ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آں حضرت ﷺ کے ساتھ باہر نکلے، جنازے کے ساتھ تھے، (باقی بیان سابقہ بیان کی طرح ہے) حتیٰ کہ مؤمن کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان و زمین کے فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں، اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، سارے فرشتوں کی دعا یہی ہوتی ہے کہ اس کی روح کو ہمارے سامنے سے لیتے جائیں۔ کافر کی روح پر ایک ایسا فرشتہ متعین ہوتا ہے جو اندھا، بہرا اور گونگا ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرز ہوتا ہے کہ اگر پہاڑ پر مارے تو ریزہ ریزہ ہو جائے، پھر وہ جیسا تھا ویسا بحکم خدا بن جاتا ہے۔ پھر ایک اور مار پڑتی ہے، وہ چیخ اٹھتا ہے کہ جن و انس کے سوا ہر مخلوق

سنتی ہے۔ اب دوزخ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور آگ بجھ جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۱۷۲)

(۱۷۲) آسمان کے فرشتے ذراتِ زمین سے زیادہ تعداد میں ہیں

کعب الاحبار رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ سوئی کی نوک برابر بھی کوئی جگہ زمین میں ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ تسبیحِ خدا میں مصروف نہ ہو اور آسمان کے فرشتے ذراتِ زمین سے زیادہ تعداد میں ہیں اور عرش کے حامل فرشتوں کے ٹخنے سے ساق تک کی مسافت ایک سو برس کی مسافت ہے۔

حکیم بن حزام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، کیا تم وہ سنتے ہو جو میں سنتا ہوں؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو کچھ نہیں سن رہے ہیں۔ تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میں آسمان کا چرچرانا سن رہا ہوں اور وہ کیوں نہ دبے اور کیوں نہ چرچرائے آسمان میں بالشت بھر جگہ بھی تو ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام میں موجود نہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۱۸)

(۱۷۳) ایک آیت اتری اور سارے جنات شہروں سے نکل پڑے

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾

(سورۂ یونس، پارہ ۱۱، آیت: ۳)

تَرْجَمَہ: ’’بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں، ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو، کیا تم پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے اس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا، کہا گیا ہے کہ یہ دن ہمارے دنوں کے جیسے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہزار سال کا ایک دن تھا، جس کا بیان آگے آئے گا، پھر وہ عرشِ عظیم پر متمکن ہو گیا اور عرش سب مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے، وہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے یا یہ کہ وہ بھی خدا کا ایک نور ہے، خدا سارے خلائق کا مدبر سرپرست اور کفیل ہے۔ اس کی نگہداشت سے زمین یا آسمانوں کا ایک ذرّہ بھی بچا یا چھوٹا نہیں۔ ایک طرف کی توجہ اس کو دوسری طرف کی توجہ سے نہیں روک سکتی اس کے لئے کوئی بات بھی غلط طور پر باقی نہیں رہ سکتی۔ پہاڑوں، سمندروں، آبادیوں اور جنگلوں کہیں بھی کوئی بڑی تدبیر چھوٹی طرف دھیان سے اس کو نہیں روک سکتی، کوئی جاندار بھی دنیا میں ایسا نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو، ایک چیز بھی حرکت کرتی ہے، ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اس کا علم رکھتا ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں اور نہ کوئی تر و خشک ایسا ہے جو اس کے لوح محفوظ یعنی کتاب علم میں نہ ہو، جس وقت یہ آیت اُتری:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...... الخ﴾

مسلمانوں کو ایک بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا، معلوم ہو رہا تھا کہ بدوی لوگ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا، تم کون لوگ ہو؟ تو کہا

ہم جن ہیں اس آیت کے سبب ہم شہر سے نکل پڑے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۲ صفحہ ۴۴۴)

(۱۷۴) اللہ کی قدرت

﴿قُلِ انْظُرُوْا مَا ذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

(سورۂ یونس، آیت: ۱۰۱ تا ۱۰۳)

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کو نشانیاں اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں، سو وہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم انتظار میں رہو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے اسی طرح ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہنمائی فرما رہا ہے کہ ساری کائنات میں ہماری جو نشانیاں جیسے آسمان، ستارے، سیارے، شمس و قمر، لیل و نہار پھیلی ہوئی ہیں ان پر نظرِ بصیرت ڈالو کہ رات میں دن کیسے داخل ہو جاتا ہے، اور دن میں رات کیسے داخل ہو جاتی ہے، کبھی دن بڑا اور کبھی رات بڑی۔ آسمان کی بلندی اور پھیلاؤ، سیاروں سے اس کی زیب و زینت، آسمان سے پانی برسنا، زمین کا سوکھ جانے کے بعد پھر زندہ و سرسبز ہو جانا۔ درختوں میں پھل، پھول، کلیاں پیدا ہونا، مختلف نباتات کا اگنا۔ مختلف نوع کے جانور، ان کی شکلیں الگ الگ، ان کے رنگ، ان کے افادات سب الگ الگ، پہاڑ، چٹیل میدان، جنگل، باغ، آبادیاں اور ویرانے، سمندر کی تہہ کے عجائبات، موجیں، ان کے مدوجزر، اس کے باوجود سفر کرنے والوں کے لئے سمندر کا مسخر ہو جانا، جہازوں کا چلنا یہ سب خدائے قادر کی نشانیاں ہیں جس کے سوا کوئی دوسرا خدا ہے ہی نہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ ساری نشانیاں کافروں کے غور و فکر کا کچھ بھی سبب نہیں بنتیں۔ خدا کی دلیل ثابت ہو چکی ہے، ایمان نہیں لاتے ہیں نہ لائیں گے، یہ لوگ تو انہی عذاب کے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں، جس سے سابقہ پہلے کی قوموں کو پڑا تھا۔ اے نبی! کہہ دو کہ وقت کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور جب ختم انتظار پر عذاب آ جائے گا تو پھر ہم اپنے رسولوں کو بچا لیں گے اور ان کی امت کو بھی۔ اور پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کو ہلاک کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ مؤمنین کو بچا لے۔ جیسے کہ نیکوکاروں پر رحمت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ صحیحین میں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب لوحِ محفوظ جو عرش پر ہے اس میں مکتوب ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۷۶)

(۱۷۵) محمد بن قاسم کا ایک گھر اجڑ گیا اور لاکھوں کروڑوں انسان اسلام میں آ گئے

محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ جن کے ذریعہ سے سندھ اور پنجاب مسلمان ہوا ان کی شادی کو چار مہینے ہو گئے تھے، ان کے چچا حجاج ابن یوسف نے اپنی بیٹی نکاح میں دی تھی، چار مہینے بعد ان کو بھیجا تھا، سوا دو سال تک وہ یہاں رہے ہیں۔ آج

تک مسلمانوں کے نامۂ اعمال ان کے نام پر جا رہے ہیں، ساڑھے دو سال بعد گرفتار ہوئے، سلیمان کے ظلم کا شکار ہوئے، جیل میں شہید ہوئے، اپنے گھر کو صرف چار مہینے آباد دیکھ سکے، اور ہمیشہ کے لئے دنیا چھوڑ گئے لیکن کروڑوں انسانوں کی ہدایت کا اجر وثواب اپنے نامۂ اعمال میں لکھوا گئے اور ابھی تک لکھا جا رہا ہے۔

جب ان کو شہید کیا جانے لگا تو کہنے لگے: ''اَضَاعُوْنِیْ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوْا'' انہوں نے مجھے ضائع کیا اور کیسے جوان کو ضائع کیا۔ جو اُن کی حدود کی حفاظت کرتا تھا اور مشکل وقت میں ان کے کام آتا تھا آج اس کو انہوں نے ضائع کر دیا۔ محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک گھر اجڑ گیا اور لاکھوں کروڑوں انسان اسلام میں آ گئے۔ (اصلاحی واقعات، صفحہ ۲۷۶)

ایک اللہ والے نے ملک کافور احمد بن طولون کو نصیحت کی، تو اس کو غصہ آ گیا، ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کے بھوکے شیروں کے سامنے ڈال دیا اور اعلان کرا دیا کہ بادشاہ کے سامنے گستاخی کرنے والے کا انجام ایسا ہوتا ہے۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو ایک بھوکا شیر آ کر اپنی زبان سے ان کے پاؤں اور ہاتھوں کو چاٹنے لگا جیسے جانور اپنے بچوں کو زبان سے چاٹتے ہیں۔

یہ جانور کی محبت اور پیار کا طریقہ ہے، وہ شیر اس اللہ والے کے پیر چاٹ رہا تھا تو ان پر بھی لرزہ طاری ہو گیا کہ میں ابھی اس کے منہ میں جاؤں گا اس کے بعد ان کے ہاتھ اور پاؤں کھول کر باہر لایا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ جب شیر آپ کے پاؤں چاٹ رہا تھا تو آپ اپنے دل میں کیا سوچ رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرے پاؤں پاک ہیں یا ناپاک ہیں۔ اللہ کی عظمت دل میں اُتر جاتی ہے تو شیر کو بھی اللہ تعالیٰ بکری بنا دیتا ہے اور ہم انسان نما بکریوں سے ڈرتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے ہیں۔ (اصلاحی واقعات، صفحہ ۲۷۸)

(۱۷۶) جو حد سے زیادہ خرچ کرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝﴾

(سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۹-۳۰)

حکم ہو رہا ہے کہ زندگی میں اپنی میانہ روش رکھو، نہ بخیل بنو، نہ مسرف ہاتھ گردن سے نہ باندھ لو، یعنی بخیل نہ بنو کہ کسی کو نہ دو۔ یہودیوں نے بھی اسی محاورے کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ان پر خدا کی لعنتیں نازل ہوں کہ یہ خدا کو بخیلی کی طرف منسوب کرتے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ کریم و وہاب پاک اور بہت دور ہے۔ پس بخل سے منع کر کے پھر اسراف سے روکتا ہے کہ اتنا کھیل نہ کھیلو کہ اپنی طاقت سے زیادہ دے ڈالو۔ پھر ان دونوں حکموں کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بخیلی سے تو ملامتی بن جاؤ گے۔ ہر ایک کی انگلی اٹھے گی کہ یہ بڑا بخیل ہر ایک دور ہو جائے گا کہ یہ محض بے فیض آدمی ہے۔ جیسے زہیر نے اپنے معلقہ میں کہا ہے: ؎

وَمَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَيَبْخَلْ بِمَالِهٖ ۔۔۔ عَلٰى قَوْمِهٖ يُسْتَغْنَ عَنْهُ وَيُذْمَمْ

یعنی جو مالدار ہو کر بخیلی کرے لوگ اس سے بے نیاز ہو کر اس کی برائی کرتے ہیں۔ پس بخیلی کی وجہ سے انسان برا بن

جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے، ہر ایک اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور جو حد سے زیادہ خرچ کر گزرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے، اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہتا، ضعیف اور عاجز ہو جاتا ہے، جیسے کوئی جانور جو چلتے چلتے تھک جائے اور راستے میں اڑ جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)

الحمد للّٰہ!

یہ کتاب بروز سنیچر بتاریخ ۲۰ جنوری ۲۰۰۷ء یکم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ بعد نماز عصر حرم مکی میں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

الحمد للّٰہ الّذی بعزته وجلاله تتم الصالحات.

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.